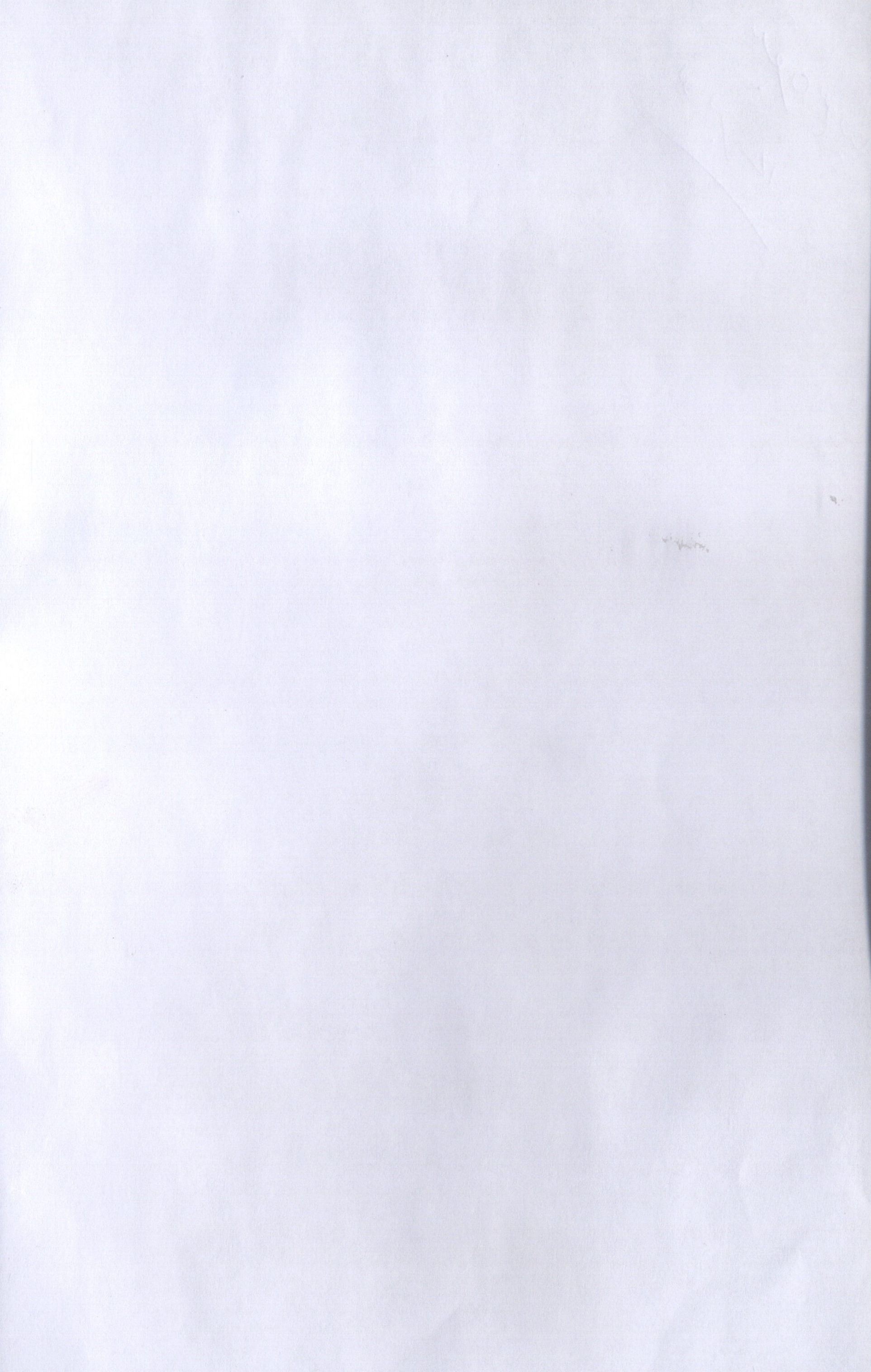
اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن

(جنگ سنڈے میگزین میں شائع شدہ خوبصورت مضامین)

محمود میاں نجمی

امتُل البشیر پبلیکیشنز



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازواجِ مُطہراتؓ کی حیاتِ طیبہ کے نہایت رُوح پرور اور ایمان افروز واقعات

اُمہات المومنینؓ

(جنگ سنڈے میگزین میں شائع شدہ خوبصورت مضامین)

تالیف

محمود میاں نجمی

امتُل البشیر پبلیکیشنز۔ کراچی

021-36679176 - 0315-8275126

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازواجِ مُطہرات رضی اللہ عنہن کی حیاتِ طیبہ کے نہایت رُوح پرور اور ایمان افروز واقعات

اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن

(جنگ سنڈے میگزین میں شائع شدہ خوبصورت مضامین)

تالیف

محمود میاں نجمی

امتُل البشیر پبلیکیشنز۔ کراچی

021-36679176 - 0315-8275126

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	:	اُمہات المومنینؓ
تصنیف	:	محمود میاں نجمی
کمپوزنگ	:	محمد شاہد صدیقی
لے آؤٹ	:	خالد مرزا (0345-2500409)
مطبع	:	واحد پریس، اُردو بازار، کراچی
اہتمام طباعت	:	محمد ذکاء العزیز (0300-2629501)
اشاعت	:	اکتوبر۔2017
تعداد	:	1000
قیمت	:	-/200
ناشر	:	امثل البشیر پبلیکیشنز۔کراچی

☆☆☆

کتاب ملنے کے پتے:

☆ بیت الکتب بالمقابل مدرسہ اشرف المدارس۔
گلشن اقبال۔کراچی، فون نمبر 021-34975024

☆ کتب خانہ مظہری۔ بالمقابل مدرسہ اشرف المدارس
گلشن اقبال۔کراچی، فون نمبر 021-34992176

☆ اکیڈمی بک سینٹر۔ D-35 بلاک 5
فیڈرل بی ایریا۔کراچی، فون نمبر 021-36349840

☆ محترمہ کوثر طارق، لاہور، فون نمبر 042-35225078

انتساب

والدہ محترمہ

اور

اُمتِ مُسلمہ کی تمام ماؤں

کے نام

نہایت عقیدت، محبت

اور

احترام کے ساتھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
ایم اے۔ ایل ایل ایم۔ پی ایچ ڈی
ڈائریکٹر سیرت چیئر
صدر شعبہ قرآن وسنہ / کلیہ معارف اسلامیہ
وفاقی اُردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس کراچی

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ختمی مرتبت، پیغمبرِ رحمت، محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ، آپ ﷺ کا مثالی اسوۂ حسنہ، آپ ﷺ کی ذات گرامی اہل ایمان کے لیے سرچشمۂ ہدایت بھی ہے اور مرکز عشق ومحبت بھی۔ مسلمانوں کا دینی، تہذیبی، سیاسی، معاشرتی نظام اور ضابطۂ حیات آپ ﷺ ہی کے اسوۂ حسنہ پر قائم ہے اور عمل کی دنیا بھی آپ ﷺ ہی کے احکام پر استوار ہے۔ معراج خیال بھی آپ ﷺ ہی کی تعلیم اور آپ ﷺ ہی کا پیغام ہے اور میزان عمل بھی آپ ﷺ ہی کی سنت وشریعت ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب، فخر دوعالم، سرور کائنات محسن انسانیت ﷺ کو آخری رسول ﷺ، فائنل رول ماڈل اور کامل اسوۂ حسنہ بنا کر مبعوث فرمایا۔

علامہ سید سلیمان ندوی کیا خوب کہتے ہیں: ''ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف

محمد رسول ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے... زندگی کے لیے نمونہ اور سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے سامان، ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور راہ نمائی کا نور رسول اکرم ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ اس لیے طبقۂ انسانی کے ہر طالب اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد رسول ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے''۔ (خطباتِ مدراس، ص86)

معلم انسانیت، پیغمبر رحمت، سرور کائنات حضرت محمد ﷺ انسان کامل اور ہادی اعظم کے طور پر مبعوث ہوئے، آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ اور آپ ﷺ کی سیرت و کردار کا ہر رخ امت مسلمہ کے لیے روشن اور کامل و مکمل نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ امت کے ہادی و رہبر اور انسانیت کے معلم ہیں، آپ ﷺ عام زندگی اور معاشرت میں انسان کامل تھے، آپ ﷺ بیٹے بھی تھے، اور باپ بھی، شوہر بھی تھے اور بھائی بھی، عمر میں چھوٹے بھی تھے، اور بزرگ بھی، آپ ﷺ دینی، روحانی، سیاسی، معاشی، سماجی، معاشرتی اور عائلی زندگی میں ہر حیثیت سے شاہراہ حیات پر ایسے نقوش چھوڑ گئے جو ابد تک امت مسلمہ کے لیے ایک روشن نمونہ اور معیار عمل بنے رہیں گے۔

آپ ﷺ کی مثالی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ ہر عہد اور ہر دور میں مسلمانوں کی قوت و رفعت کا سرچشمہ اور ان کی قومی و ملی سیرت کی تشکیل و تعمیر کا بنیادی عنصر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے اور بندگی کے ہر گوشے میں انسانیت کی مکمل راہ نمائی کی ہے۔ آپ ﷺ کا عطا کردہ نظام کامل و مکمل اور مینارۂ نور ہے۔

''بحیثیت شوہر'' اور سربراہ خاندان آپ ﷺ نے جو اسوۂ حسنہ امت کے لیے پیش فرمایا، وہ اسلامی تاریخ کا گراں بہا سرمایہ اور سیرتِ طیبہ کا ایک روشن باب ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں سب سے زیادہ اہمیت خاندانی نظام، خانگی زندگی اور گھریلو تعلقات کو حاصل ہے، تاریخ انسانی ایسے افراد اور مشاہیر کے ذکر سے معمور ہے، جنہوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے، جن کی بناء پر انہیں شہرت حاصل ہوئی، لیکن ان میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے خاندانی تعلقات، گھریلو ماحول

اور خانگی زندگی سے متعلق ایسی تفصیلات ہمارے پاس موجود ہوں جو دوسروں کے لیے قابل تقلید اور لائق اتباع ہوسکیں، یہ شرف، یہ امتیاز اور یہ فضیلت رب العالمین نے سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی کو ہی عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ، سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مبارکہ کا ہر گوشہ اور ہر پہلو امت کے لیے رشد وہدایت کا سرچشمہ اور مینارۂ نور ہے۔ آپ ﷺ کی خانگی زندگی، بحیثیت شوہر اور سربراہ خاندان آپ ﷺ کی سیرت وکردار امت کے لیے ایک روشن نمونہ ہے۔ چناں چہ ایک شوہر اور رفیق حیات کی حیثیت سے رہبر کامل حضرت محمد ﷺ کی سیرت وکردار ہر شوہر اور سربراہِ خانہ کے لیے ایک لائق تقلید نمونہ ہے۔ ایک موقع پر رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سب سے بھلے اور بہتر وہ لوگ ہیں جو کہ اپنے اہل خانہ اور اپنی بیویوں کے لیے بھلے ہوں''۔ (ترمذی)

محسن انسانیت پیغمبر رحمت حضرت محمد ﷺ نے بحیثیت شوہر اور سربراہ خاندان خواتین سے حسن سلوک اور حسن معاشرت کی تعلیم دی۔ قرآن کریم میں اس حوالے سے جو اسلوب اختیار کیا گیا، وہ نہایت منفرد، جامع اور نصیحت آموز ہے۔ ارشاد ہوا: ''وعاشروھُنّ بالمعروف'' یعنی ان کے ساتھ معاشرت، معاملات، طرز زندگی اور برتاؤ معروف طریقے سے کرو۔ ان سے حسن سلوک سے پیش آؤ، ''معروف'' کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کرنے کے الفاظ بہت جامع اور عام ہیں۔ قرآن کریم کی اگر اسی ایک آیت کو سامنے رکھا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے تو خواتین پر ظلم وستم کا خاتمہ ہوجائے اور ان سے حسن سلوک کی روش عام ہوجائے۔ ایک مثالی شوہر کی حیثیت سے محسن انسانیت ﷺ کا اسوۂ حسنہ حسن معاشرت اور خانگی زندگی کا وہ کامل ترین نمونہ ہے، جو سرکار دوجہاں، محسن نسواں حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے سوا کسی دوسری زندگی میں نظر نہیں آتا۔

سرکار دوجہاں ﷺ نے بحیثیت شوہر اور سربراہ خاندان اپنی گھریلو زندگی کو محبت، وفا اور ایثار وتعاون سے مثالی طرز معاشرت کا حسین نمونہ بنایا، دنیا کو تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام نے حسن معاشرت اور خانگی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے، وہ برحق اور انسانی فطرت کی آواز ہے۔ ایک موقع پر رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''تم میں سے بہتر وہ ہیں، جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر

ہیں، اور میں اپنی بیویوں (ازواج مطہراتؓ) کے لیے سب سے بہتر ہوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)
کاشانۂ نبوی ﷺ میں بیتے رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے تاریخی لمحات امت کے لیے اسوۂ حسنہ اور ایک روشن نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہراتؓ کو جو مقام دیا، تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اگر آپ ﷺ کسی رات ایک زوجۂ محترمہ کے پاس خیریت دریافت کرنے کے لیے تشریف لے جاتے، تو دیگر ازواج مطہراتؓ کی خدمت میں بھی جاتے، حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہراتؓ کے درمیان قرعہ ڈالتے، سو جس کا قرعہ نکلتا، اسے اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ ﷺ نے ان کے درمیان ہر ایک کے لیے ایک رات اور دن کی باری مقرر فرمائی ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ)

آپ ﷺ رہن سہن اور حقوق و مراعات میں ازواج مطہراتؓ کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ فرماتے، آپ ﷺ کی بے مثال مروت ہی کا نتیجہ تھا کہ ازواج مطہراتؓ میں سے ہر ایک اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب سمجھتی تھیں۔ جو چیز انسان کے بس میں نہ ہو، وہ اس کے کرنے کا مکلف بھی نہیں ہوتا۔ چوں کہ انسان اپنے دلی جذبات کے بارے میں بے بس ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہراتؓ کے درمیان باریاں مقرر کر کے برابری کرنے کے باوجود فرماتے! یا اللہ! جو برابری میرے بس میں تھی، وہ میں نے کر دی اور جس بات پر آپ قادر ہیں، لیکن میں قادر نہیں، اس پر مجھے ملامت نہ کیجیے۔

مصر کے معروف محقق و مذہبی اسکالر عبدالحلیم ابوشقہ نے عہد رسالت ﷺ میں عورت کے مقام و مرتبے پر ایک ضخیم اور جامع کتاب "المرأۃ فی عصر الرسول ﷺ" کے عنوان سے تحریر کی ہے، جس میں عہد نبوی ﷺ میں مسلم خواتین کی سماجی، معاشرتی اور ازدواجی زندگی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کا ایک باب رسول اللہ ﷺ کی عائلی و ازدواجی زندگی، ازواج مطہراتؓ کی طرز معاشرت اور بحیثیت "شوہر" رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے جائزے پر مشتمل ہے۔ استاذ عبدالحلیم ابوشقہ "بحیثیت شوہر" رسول اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ بیان کرتے ہوئے نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر صبح آپ ﷺ اپنی ازواج مطہراتؓ کے پاس جاتے، انہیں سلام کرتے اور دعائیں دیتے، ازواج مطہراتؓ کو بلند و بہتر کاموں کی ترغیب دیتے، سفر میں انہیں شریک کرتے، سواری کے حدی خوانوں کو ان کی خاطر نرم رفتاری کی ہدایت فرماتے، غزوات اور جنگی مہمات سے واپسی پر اچانک رات کو گھر میں داخل نہ ہوتے، اعتکاف کی حالت میں ازواج مطہراتؓ کا استقبال کرتے اور بعض اوقات انہیں رخصت کرنے مسجد نبوی ﷺ کے دروازے تک آتے، ان کی جائز خواہشات سے اتفاق کرتے، سواری پر ان کے لیے نرم جگہ بناتے اور انہیں سواری پر سوار کراتے اور بیماری کے موقع پر خوب دل جوئی اور لطف وعنایت کا اظہار فرماتے تھے۔'' (عبدالحلیم ابوشقہ/عورت عہد رسالت ﷺ میں، ص402)

آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہراتؓ کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ عام گفتگو فرماتے تھے۔ بعض اوقات کسی مسئلے پر ان سے تبادلۂ خیال بھی فرماتے، مشورے بھی کرتے، درحقیقت آپ ﷺ اپنے اس طرز عمل سے اپنی امت کو عورت کی قدرومنزلت سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ اس سے قبل عورت کو معاشرے میں یہ مقام حاصل نہ تھا۔ آپ ﷺ نے عملی طور پر اس کا آغاز اپنے گھر سے فرمایا۔ ''صلح حدیبیہ'' کے نازک موڑ پر ایک اہم مسئلے اور گتھی کا حل اُمّ المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے مشورے سے طے پایا۔ حاصل کلام یہ کہ محسن انسانیت، رسول خدا حضرت محمد ﷺ سب سے مکمل مثالی شوہر اور لائق تقلید سربراہ خاندان تھے۔ آپ ﷺ ان کے فکری معلم اور روحانی مربی تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مثالی شوہر کی حیثیت سے ازواج مطہراتؓ، امہات المؤمنینؓ سے آپ ﷺ کا طرزِ عمل آپ ﷺ کی نبوت و رسالت، آپ ﷺ کے خلق عظیم، بے مثال حیاتِ طیبہ اور لائق تقلید اسوۂ حسنہ کی ایک روشن دلیل ہے۔

سرکارِ دو جہاں ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے اس گوشے کو اگر دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تب بھی ہمیں آپ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ اور امہات المومنینؓ کی سیرت و کردار، حیات و خدمات اور زندگی کے ہر نقش میں جو سبق ملتا ہے، وہ رُشد و ہدایت کا سرچشمہ اور مینارۂ نور

ہے۔ رسول اکرم ﷺ امام الانبیاء، سیّدالمرسلین، خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمائے گئے، آپ کو جو دین عطا کیا گیا، وہ دین کامل اور ابدی ضابطۂ حیات ہے، اس حوالے سے آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا ہر گوشہ، سیرتِ طیبہ کا ہر نقش اور اسوۂ حسنہ کا ہر پہلو اُمت کے لیے روشنی کا مینار اور لائقِ تقلید نمونہ ہے۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ نبوت و رسالت سے عبارت ہے، آپؐ کی زندگی کا ہر نقش اور ہر عمل نبوت و رسالت کا ترجمان اور دین و شریعت کا منبع ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ آپؐ کی سیرت و کردار، اخلاق و گفتار، خصائل و شمائل غرض حیاتِ طیبہ کا ہر نقش اور سیرت طیبہ کا ہر پہلو محفوظ ہو کر اُمت کے سامنے آجائے، آپؐ کی حیاتِ طیبہ دو حصوں پر مشتمل ہے، بیرونی زندگی۔ خاندانی و عائلی یعنی گھریلو زندگی، بیرونی زندگی کا ہر نقش اور ہر عمل، آپؐ کی سیرت و تعلیمات، احادیث و ارشادات لیل و نہار کے ہر حصے میں پوری دیانت و امانت سے محفوظ ہوتے رہے، دن کے اُجالے میں عام بیرونی زندگی کا ہر نقش صحابۂ کرامؓ نے محفوظ و مدوّن کر کے اُمت تک پہنچایا، جب کہ گھریلو، خانگی اور عائلی زندگی کو ازواج مطہراتؓ، اُمت کی ماؤںؓ، امہات المومنینؓ نے محفوظ کر کے دینِ اسلام اور علومِ نبویؐ کی ترویج و اشاعت میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ چناں چہ یہ ایک حقیقت ہے کہ صحابۂ کرامؓ میں احادیث کا سب سے عظیم ذخیرہ نام ور صحابیِ رسول، حضرت ابو ہریرہؓ کے ذریعے اُمت تک پہنچا اور صحابیاتؓ بشمول ازواج مطہرتؓ میں آپؐ کے فرامین و تعلیمات، احادیث و ارشادات۔ اور علومِ نبویؐ کا وسیع تر گراں قدر ذخیرہ ام المومنین زوجۂ رسول حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دیگر ازواج مطہراتؓ کے ذریعے امت تک پہنچا اور محفوظ ہوا۔ ازواج مطہراتؓ نے دین مبین اور علومِ نبویؐ کی ترویج و اشاعت میں جو کردار ادا کیا وہ ہر لحاظ سے منفرد اور قابلِ قدر اہمیت کا حامل ہے۔ چناں چہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ۲۲۱۰، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے ۳۷۸، ام المومنین حضرت میمونہؓ سے ۷۶، ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے ۶۵، ام المومنین حضرت حفصہؓ سے ۶۰، ام المومنین حضرت زینب بنتِ خزیمہ سے ۱۱، ام المومنین حضرت صفیہؓ سے ۱۰، ام المومنین حضرت جویریہؓ سے ۷، ام المومنین حضرت سودہؓ سے ۵، اس طرح امہات المومنینؓ سے

مجموعی طور پر ۲۸۲۲ احادیث کا گراں بہا ذخیرہ اُمت تک پہنچا۔

علاوہ ازیں ازواجِ مطہراتؓ/ امہات المومنینؓ کی سیرت و کردار اور حیات و خدمات کا ہر گوشہ اور خصائل و شمائل کا ہر نقش اُمت کے لیے ایک روشن قندیل اور لائق تقلید نمونہ ہے۔ کاشانۂ نبویؐ میں بیتے امہات المومنینؓ کے لمحات تا قیام قیامت اُمت کے ہر فرد بالخصوص مسلم خواتین کے لیے دین و دنیا میں فلاح و کامیابی کے ضامن، مشعل راہ اور حسن معاشرت کا ایک روشن نمونہ ہیں۔

وہ ازواجِ پیمبر، وہ مقدس مائیں امت کی
خدا نے جن کو عظمت دی، خدا نے جن کو عزت دی
یہیں سب سے ہوا پہلے نفاذ آئینِ فطرت کا
یہیں سے سلسلہ پھیلا جہاں میں دین فطرت کا
یہاں ہر صبح گویا ہے، یہاں ہر شام بینا ہے
یہاں ہر اک شے رشکِ فروغ طورِ سینا ہے
یہاں دیکھا ہے چشم آسماں نے حلم یعقوبی
جمالِ یوسفی، عزمِ کلیمی، صبرِ ایوبی
یہاں تقدیس کے جلووں سے ہوتی ہے ضیا شب میں
یہاں دربانیاں کرتی ہے حوروں کی حیا شب میں

پیش نظر کتاب ''امہات المومنینؓ'' انہی تاریخی حقائق کی آئینہ دار، اُمت کی ماؤں، ازواجِ مطہراتؓ کی سیرت و کردار، حیات و خدمات، روشن خصائل و شمائل اور پُر نور زندگی کا وہ ایمان افروز مرقع اور روح پرور تذکرہ ہے، جسے ہمارے بزرگ، علم دوست، محترم جناب محمود میاں نجمی (اللہ ان کے علم و عمل میں اضافہ اور ان کی تحریر کو مزید جلا اور دوام بخشے) نے پوری عقیدت و احترام اور علمی و ادبی بصیرت سے قلم بند کیا ہے۔ موصوف محترم نے اس عقیدت و محبت اور وارفتگی سے اسوۂ رسول ﷺ کے پُر نور اس گوشے اور امہات المومنینؓ کی سیرت و کردار

کو قلم بند کیا ہے، جو قلب و ذہن کو جلا بخشتا اور قاری کو مطالعے پر نہ صرف آمادہ کرتا ہے بلکہ تحریر کا اسیر بنا لیتا ہے۔ مؤلف کتاب نے تحریر کا جو اسلوب اپنایا ہے، وہ انتہائی دل نشین، دل چسپ اور متاثر کن ہے، عمومی طور پر اس نوع کی تحریریں ثقیل زبان اور اپنے خاص اسلوب میں تحریر کی جاتی ہیں، جسے قاری کے لیے سمجھنا دشوار نظر آتا ہے، اس کے برعکس محمود میاں نجمی صاحب کا اسلوب علمی و ادبی ہونے کے باوجود قاری کے قلب و ذہن کو اپیل کرتا اور اسے مطالعے پر پوری طرح راغب کرتا نظر آتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تحریر کے پس پردہ خلوص، سچا جذبہ ضرور اپنا اثر دکھاتا ہے۔ بجا طور پر کہا گیا ہے:

''از دل خیزد، بر دل ریزد'' جو بات دل سے نکلتی ہے دل پر لگتی ہے۔ اس حقیقت کی ترجمانی ہمیں اس مقبول عام شعر میں بھی نظر آتی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز، مگر رکھتی ہے

جناب محمود میاں نجمی کی یہ گراں قدر اور خوبصورت تحریریں اردو زبان و ادب کے مشہور اور معتبر اخبار روزنامہ جنگ کے ''سن ڈے میگزین'' کے مقبول عام اور ہر دل عزیز صفحے ''سرچشمۂ ہدایت'' کے ذریعے قارئین تک پہنچیں اور انہیں خوب خوب پزیرائی حاصل ہوئی۔ مذکورہ مضامین کا بعد ازاں قرطاس وقلم سے کتاب کی شکل میں منتقل اور شائع ہونا اس کی ہر دل عزیزی اور قبولیت عام ہی کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے فیض کو عام فرمائے، اسے شرفِ قبولیت سے نوازے۔ کتاب کو مصنف، زائرِ حرم، عاشق رسولؐ جناب محمود میاں نجمی، اور راقم الحروف کے لیے وسیلہ شفاعت نبویؐ اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ (بجاہِ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم)

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

۲۱ ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ/۱۴ اگست ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزارشِ مؤلف

اُمہات المومنین ؓ کی پاکیزہ و متبرک حیات طیبہ کے ان سبق آموز واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے، کہ ہم سب ان میں پنہاں، بیش بہا، انمول حکمتوں سے آشنا ہوں اور ان پر عمل پیرا ہو کر اس انحطاط پذیر معاشرے میں مثبت اور خوشگوار تبدیلی کا باعث بنیں۔
عورت اور مرد انسانی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، کہ جن میں سے کسی ایک کی ذرا سی خرابی گاڑی کی مجموعی کارکردگی کو متاثر کرتی ہے، دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں، کہ جس کے بغیر معاشرتی نظام کی تشکیل ممکن نہیں۔

سورۃ الحجرت میں اللہ ارشاد فرماتا ہے، کہ "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمہیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو" (13:49)۔ اللہ نے عورت اور مرد دونوں کو ایک مٹی سے بنایا۔ سورہ مومن میں ارشاد فرماتا ہے "وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا" (67:40) اسی طرح عورت اور مرد دونوں کو برابر کا درجہ دیتے ہوئے فرمایا، کہ " اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے، جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار ہے "(الحجرت 13:49) مرد کو اگر اللہ نے طاقت و قوت زیادہ عطا فرمائی، تو عورت کو نزاکت و نفاست، ایثار و قربانی، عفو و درگزر، صبر و تحمل کی دولت سے مالا مال کیا، شرم و حیاء کو اس کا زیور قرار دیا۔ اس کو تعظیم و تکریم، عفت و حرمت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا۔ سرکار دو عالم شہنشاہ دو جہاں ﷺ نے عورت کو پاکیزہ نگینے اور رخشندہ

آبگینے قرار دیتے ہوئے، اللہ کی جانب سے بہترین انعام اور دنیا کی بہترین نعمت قرار دیا۔ میاں بیوی کا رشتہ دنیا کا خوبصورت ترین رشتہ قرار پایا۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

ان سب اعلیٰ ترین اعزازات والقابات کے ساتھ ساتھ پیارے آقا حضور سرور کائنات ﷺ نے ایک اور بات بھی فرمادی کہ "اللہ جل شانہ نے عورت کو پسلی سے پیدا کیا ہے، اگر اسے زبردستی سیدھا کرنے کی کوشش کی، تو اسے توڑ ڈالو گے" اس حدیث مبارکہ میں معاشرے کے تمام مرد حضرات کو عورت سے عمومی طور پر محبت، پیار، عزت واحترام کے ساتھ معاملات کرنے کی واضح ہدایت ہے۔

دنیا کی قدیم تہذیبوں نے عورت کو ظلم و زیادتی اور بے چارگی کی جیتی جاگتی تصویر بنا کر رکھا۔ یونانیوں نے اسے ناپاک اور شیطان کہا۔ رومیوں نے اسے انسان کا درجہ دینے ہی سے انکار کر دیا، یہودی اسے ناقص العقل کہتے ہیں، ہندوؤں نے نجس وحقیر بتایا، تو ایرانیوں نے فتنہ وفساد کی جڑ قرار دیا، جاپانی اور چینی اسے ناقابل اعتبار کہتے ہیں، جدید سائنسی دور کے ترقی یافتہ معاشرے نے بھی عورت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس کی تذلیل وتشہیر کرتے ہوئے اسے جنسی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنایا، اسے نمائش اور اشتہارات کی ماڈل، فلموں اور نائٹ کلبوں کی رقاصہ، عریانیت، فحاشی اور جنسی بے راہ روی پھیلانے کا موثر ذریعہ بنایا، اسے جھوٹ، فریب، فراڈ، اسمگلنگ، پیسہ کمانے کی مشین اور منشیات کی ملکہ کے روپ میں پیش کر کے اس کے مقدس وجود کو پامال کیا، خود پاکستان میں بھی صورتحال اس سے مختلف نہیں۔

یہاں لبرل ازم کے دلدادہ، نام نہاد ترقی پسند، مغرب زدہ طبقے نے آزادی نسواں کے نام پر اس کی فطری شرم وحیا، عفت وعصمت، پاکیزگی ونزاکت کو طاق نسیاں میں رکھ کر، چادر اور چار دیواری کے تحفظ کو روندتے ہوئے، اسے پارٹیز، کلبز، فیشن شوز اور دیگر نام نہاد سوشل ایکٹی وٹیز کے لئے وقف کر دیا ہے، اور یوں یورپی معاشرے سے مرعوب، ان خواتین کے پاس نہ اپنی فیمیلیز کے لئے وقت ہے، نہ گھر کے لئے، اور نہ ہی بچوں کے لئے۔

اس کے علاوہ اگر متوسط طبقے کی عورت "ورکنگ دومن" ہے، تو ایک طرف تو اسے پیسہ کمانے کی مشین بنا دیا گیا ہے، تو دوسری طرف تنزلی کا شکار، اس بے مہار معاشرے کے مردوں کی میلی نظروں کے زہریلے تیر، اس کی شرم و حیاء، پاکیزگی و تقدس کو مجروح کرنے کے درپے ہیں، اگر وہ ہاؤس وائف ہے، تو جہالیت کے اس ماحول میں مردوں کی اکثریت نے اسلام میں مختص کیئے گئے اس کے بنیادی حقوق کو پامال کر کے اسے گھر کی باندی بنا دیا۔

اب بتدریج ایک اور طبقہ بھی جنم لے رہا ہے، جس میں میاں بیوی دونوں اپنی دنیا میں مگن رہتے ہیں، دونوں کو ایک دوسرے کے معاملات سے کوئی سروکار نہیں، دنوں تک آپس میں بات چیت بھی نہیں ہوتی، باہمی تعلقات کا ذریعہ یا تو گھر کے ملازمین ہوتے ہیں، یا میسج کے ذریعے پیغامات، ان سب کے نتیجے میں میاں بیوی کا پاکیزہ رشتہ سرد مہری، اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ آپس میں باہمی پیار و محبت ختم ہو کر گھر کی جنت نما فضاء اور پر سکون ماحول تباہ ہوتا جا رہا ہے۔

مرد گھر سے فرار کے نئے نئے راستے تلاش کر رہا ہے۔ منشیات کا استعمال، فحاشی، بدکاری، قتل و غارت گری اور خودکشی کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔ انتشار، بے چینی، خلفشار، غصہ، بدکلامی، جھگڑا، فساد اور عدم برداشت مزاج کا حصہ بنتی جا رہی ہے۔ صبر و ضبط، عفو و درگزر، ایثار و قربانی، عاجزی و انکساری ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ اور پھر ان سب کے باعث طرح طرح کی نت نئی اعصابی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔

والدین کی اس ذاتی کشمکش، سرد جنگ اور اپنے آپ میں مگن رہنے کی روش نے معصوم بچوں کو ذہنی خلفشار میں مبتلا کر دیا ہے۔ گھر کی اداس فضا، گھٹن زدہ ماحول، والدین کے درمیان اجنبیت اور کشیدگی بچوں کے معصوم ذہنوں میں منفی رجحانات کا باعث ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ بھی گھر سے فرار کی راہ اختیار کر کے اکثر غلط عناصر کے ہاتھ لگ کر منشیات سمیت بہت سی دیگر غلط عادتوں کا شکار ہو جاتے ہیں، یا پھر گھر میں رہتے ہوئے بھی گھر سے فرار کی راہ انٹرنیٹ میں تلاش کرتے ہیں، جہاں کی نئی، جدید اور پر کشش دنیا میں اپنی کھوئی ہوئی خوشیاں تلاش کرنے کی جستجو میں دہشت گردوں کے ہاتھ لگ کر، ان کے دکھائے ہوئے بظاہر

سبز باغوں ہی کو اپنا مقدر تصور کر لیتے ہیں۔ اور اگر یہ دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جائیں، تو یہ ہی معصوم بچے اپنے ہی ملک، قوم، خاندان اور والدین کی بدنامی کا باعث بن کر ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر معاشرے کے اس بگاڑ کی وجوہات کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ والدین کے ٹوٹ پھوٹ کا شکار، سرد تعلقات و شکستہ خانگی معاملات اور دین سے دوری اس کی بنیادی وجوہات ہیں۔

آج سائنس کے اس جدید ترین دور میں، کہ جب حضرت انسان، اپنے آپ کو عقل کل سمجھ کر چاند اور مریخ میں ایک نئی دنیا بسانے کی آڑ میں، موجودہ دنیا سے فرار کی راہیں تلاش کر رہا ہے، تو دوسری طرف دہشت گردی کی خوفناک عفریت، دنیا کے اعصاب پر آہنی ہتھوڑے برسا رہی ہے۔ دنیا کے جدید ترین، سائنسی الیکٹرونکس اور کمپیوٹرائزڈ، خود کار حفاظتی نظام کے باوجود لمحوں میں دو یا تین پڑھے لکھے نوجوان تمام احتیاطی تدابیر کو ناکارہ کر کے، کہیں بھی، اور کسی بھی جگہ، اپنے ہونے کا ثبوت پیش کر دیتے ہیں۔ آج تمام ماہر نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ اس کا بنیادی سبب، بتدریج جنم لینے والی احساس کمتری اور ڈپریشن ہے۔ جس میں مبتلا نوجوانوں کی ذہنی کیفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے اعصابی نظام پر مخصوص لوگ قبضہ کر لیتے ہیں اور پھر ان نوجوانوں کی برین واشنگ کر کے انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جدید نفسیات کے معماروں میں سے ایک ویانا کے ڈاکٹر سگمند فرائیڈ کا قول ہے کہ "انسان کی منفی ذہنی کیفیت اس کے اعصابی نظام کی شکست و ریخت کا باعث بنتی ہے اور ذہنی کیفیت کی تباہی کا اصل سبب معاشرتی ناہمواریاں ہیں، جس کی ابتداء گھریلو ناچاقیوں سے شروع ہوتی ہیں۔"

فرائیڈ ہی کا ہم عصر اور ہم وطن جدید نفسیات کے گرو "الفریڈ ایڈلر" اپنی طویل تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ "نفسیاتی بیماریوں کی ابتداء گھریلو ناچاقیوں سے ہوتی ہے۔"

پاکستانی معاشرے میں اس گھریلو ناچاقی کی اصل وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری ہے۔

اُمہات المومنینؓ کے اسوہ حسنہ، ہمارے لئے رشد و ہدایت کا انمول خزینہ، عفت و اخلاق کا بہترین نمونہ، جرات و استقامت کی اعلیٰ مثال ہیں۔ جس میں زندگی کے ہر ہر موڑ پر ان کے

عزم و استقلال، ایثار و قربانی کی لازوال کہانیاں بکھری نظر آتی ہیں۔ جنہوں نے علم و عمل دونوں میدانوں میں نہایت اعلیٰ کارنامے انجام دیئے۔ ایثار و قربانی ہو یا فیاضی و سخاوت، کاروبار ہو یا صنعت و حرفت، درس و تدریس ہو یا علمیت، خطابت کا میدان ہو یا زخمیوں کی خدمت، گھر، گرہستی کے معاملات ہوں، یا خاندانی تعلقات، قرآن و حدیث کی تفسیر ہو، یا عبادات و ریاضت، عدل و انصاف کا میدان ہو، یا ظالم کے سامنے کلمہ حق، تعلیم و تربیت ہو یا علم و عمل، غرباء و فقراء کے حقوق کی بات ہو، یا زکواۃ کی تقسیم، اصلاح احوال ہو، یا اصلاح معاشرہ، سیاسی مشورے ہوں، یا خلافت کی باتیں، خانگی مسائل ہوں یا معاشرتی، انفرادی معاملات ہوں، یا اجتماعی پیچیدگیاں، عزیز و اقرباء سے تعلقات ہوں، یا پڑوسیوں کے حقوق، غرض زندگی کا کون سا پہلو ہے، جو ان عظیم امہاتؓ کی حیات طیبہ میں موجود نہ ہو۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم انہیں پڑھیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

بلا شبہ نبی مکرمؐ کی تمام ازواج مطہراتؓ حسب نسب اور شان و شوکت میں بلند و ارفع مقام رکھتی ہیں۔ رئیسوں، سرداروں، اور بڑے مشہور گھرانوں کی نور نظر، اور لخت جگر تھیں۔ شہزادیوں کی طرح زندگی بسر کرنے والی ان خواتین کے قرب و جوار سے بھی کبھی غربت کے اندھیروں کا گزر نہ ہوا۔

☆ .... حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، مکہ کے سب سے بڑے تاجر کی صاحبزادی اور خود بھی مشہور و معروف تاجرہ تھیں۔

☆ .... حضرت سودہؓ، قریش کے نہایت معزز و محترم خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔

☆ .... حضرت عائشہ صدیقہؓ، رئیس قریش حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نور نظر تھیں۔

☆ .... حضرت صفیہؓ، بنو نضیر اور خیبر کے رئیس اعظم کی نور نظر اور حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھیں۔

☆ .... حضرت ام حبیبہؓ، رئیس قریش اور سردار مکہ ابو سفیانؓ کی لخت جگر تھیں۔

☆ .... حضرت جویریہؓ، قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارثؓ کی بیٹی تھیں۔

☆ .... حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ، خاندان قریش کے اعلیٰ

گھرانوں کی ناز ونعم میں پلی بڑھی خواتین تھیں، جن کا رہن سہن امیرانہ، اور ماحول رئیسانہ تھا، جو شاہانہ زندگی کی عادی تھیں، جبکہ اس کے مقابلے میں نبی محترم ﷺ کی مقدس ومتبرک زندگی، فقر وفاقہ، صبر واستقلال سے مزین تھی، جو جہد مسلسل کی عملی تصویر تھی، جہاں حجرہ ازواجؓ میں کئی کئی دن تک چولہا نہ جلتا تھا، جہاں مرتبہ ومقام پیغمبرانہ، تو گھر کا رہن سہن فقیرانہ تھا، جہاں مال وغنیمت بھی آتا تو گھر سے باہر ہی غرباء ومساکین میں تقسیم ہو جاتا۔ تنگدستی وجفاکشی کے ان حالات میں بھی یہ صبر ووفا اور ایثار و قربانی کی پیکر عشق رسولؐ میں سرشار تھیں۔ کھجور کی شاخ کی چھت اور کچی اینٹوں سے بنا ایک چھوٹا سا حجرہ، پانی کا ایک گھڑا، ایک چولہا، چند برتن اور ایک چکی ان کا کل اثاثہ تھا۔ لیکن پھر بھی صبر وشکر کے کلمات ہر وقت ہر لمحہ ان کے لبوں پر رہتے۔ یہ ہیں امت کی وہ مائیں جن کا عزم وہمت، عمل وبیداری اور محبت ووفا کا لازوال پیغام ہم نے فراموش کر دیا۔

عیسائی مذہب میں ایک ماں حضرت مریمؑ کی دیومالائی تصویر، تقدس وتقویم کے اس مقام پر نظر آتی ہے، کہ جس کے بغیر ان کا معاشرہ نامکمل ہے، جبکہ ہمارے یہاں امہات المومنینؓ اور بنات طیباتؓ کے اسوہ حسنہ کا ایک ایک پہلو اتنا عظیم الشان وروشن ہے، کہ اگر ہم اس میں سے چند کو ہی اپنی زندگی میں شامل کرلیں تو ہمیں اپنے معاشرے میں حقوق نسواں کے لئے کسی مغرب زدہ تحریک کی ضرورت نہ ہو۔

آیئے! نئی سوچ، نئے جذبے، اور نئے ولولہ کے ساتھ ان روشن قندیلوں کی پرنور کرنوں سے اپنے گھر کی فضا کو منور کریں۔ ایک دوسرے کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے، پیار ومحبت، عفو ودرگزر، ایثار وقربانی، صبر وشکر اور برداشت کے ماحول کو پروان چڑھائیں۔ یقیناً گھر کے اس پاکیزہ ماحول کا اثر بچوں سمیت گھر کے ہر فرد پر پڑے گا، اور جب گھر کا نظام درست ہوگا، تو پورے معاشرے کا نظام درست ہوگا، اس طرح ہر فرد ملت کا پاسبان بن سکے گا۔

محمود میاں نجمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہارِ تشکر

اللہ رب العزت کا بے پایاں کرم، احسان اور شکر ہے، کہ جس نے اس ناچیز کو اُمہات المومنینؓ جیسی برگزیدہ اور عظیم المرتبت ہستیوں کی حیات طیبہ کے بیش بہا اور انمول خزینوں میں سے چند واقعات قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

ان مضامین کو مجھ سے تحریر کروانے کا سہرا جنگ، سنڈے میگزین کی نہایت متحرک و مستعد اور باصلاحیت ایڈیٹر محترمہ نرجس ملک صاحبہ کو جاتا ہے جو ان مضامین کو نہایت اہتمام کے ساتھ سنڈے میگزین کے صفحے سرچشمہ ہدایت میں شائع کرتی رہیں۔

کہنہ مشق صحافی جناب ہمایوں ظفر اور پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی جیسے اہل علم وقلم، صاحب کتب، عاشق رسول ﷺ نے ان پر نظر ثانی فرمائی۔

اللہ تبارک تعالیٰ ان سب اور ان مضامین کی اشاعت میں حصہ لینے والے سنڈے میگزین جنگ کے تمام ذمہ داران و کارکنان کی کاوشوں اور جہد مسلسل کو اپنے حضور میں قبول فرمائے، اور انہیں اجر عظیم سے نوازے۔

یہ مضامین جنگ سنڈے میگزین میں ماہ مارچ 2017 سے اگست 2017 تک تسلسل کے ساتھ قسط وار شائع ہوئے قارئین کی ایک بڑی تعداد خطوط، ای میلز اور فونز کے ذریعے اپنی نہایت پسندیدگی کے اظہار کے ساتھ، انہیں کتابی شکل میں چھاپنے کا تقاضہ کرتی رہی، جو ہنوز جاری ہے، میں ان سب قدردانوں کا بھی ممنوں ہوں، کہ سنڈے میگزین میں چھپنے والے

ان کے محبت بھرے خطوط نے جہاں میری ہمت افزائی فرمائی، وہاں میرے قلم کی روانی کو مزید جلا بخشی۔

محترم جناب مولانا حافظ قاری انوار الٰہی صاحب، امام وخطیب، مدنی جامع مسجد، بلاک N نارتھ ناظم آباد، محترم جناب مولانا حافظ سید محمد خرم صاحب، امام وخطیب، مدینہ مسجد، بلاک N نارتھ ناظم آباد، محترم جناب مولانا محمد عجائب یوسف صاحب، نائب امام مدینہ مسجد، محترم جناب بیرسٹر میاں بختیار محمود قصوری صاحب، محترم جناب محمد اکرم بھٹی صاحب، محترم جناب ندیم فاروقی ایڈوکیٹ صاحب، محترمہ کوثر طارق صاحبہ، برخوردار سید آصف محمود اور اہلیہ محترمہ کا بھی نہایت ممنون ومشکور ہوں کہ جو مسلسل ہمت افزائی فرماتے رہے۔

اس کتاب کے تمام واقعات مستند حوالوں سے تحریر کئے گئے ہیں، لیکن اگر کہیں کوئی سہو یا غلطی محسوس ہو، تو وہ صرف میری کوتاہی پر محمول کی جائے۔ آپ کی نشاندہی میری رہنمائی اور اصلاح کا باعث بنے گی۔ جزاکم اللہ خیر

احقر

محمود میاں نجمی

0300-8275126

Email: mahmoodmian01@yahoo.com

(پہلی زوجہ رسول ﷺ)

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

جنہیں سرکار دو جہاں ﷺ عمر بھر یاد کرتے رہے

غزوہ بدر کے اسیران قریش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر، ابو العاص بھی ہیں۔ دوسروں کی طرح ان سے بھی رہائی کے لئے زر فدیہ طلب کیا گیا ہے، لیکن یہ تو خالی ہاتھ ہیں۔ ابو العاص نے زر فدیہ کے لئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا، جو اس وقت مکے میں تھیں۔ اس وقت گھر میں بھی کچھ نہ تھا۔ انہوں نے اپنا وہ ہار زر فدیہ کے عوض بھیج دیا، جو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی والے دن انہیں بڑے پیار سے پہنایا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس ہار کو دیکھا، تو آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے۔ اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ذہن کے دریچوں نے 30 سال پرانی ان یادوں کو تازہ کر دیا، کہ جب آپ ﷺ سے شادی کے وقت یہ ہی ہار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ "اگر تم چاہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو" صحابہ رضی اللہ عنہم نے سر تسلیم خم کر دیا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ:۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "مجھے نبی اکرم ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر اتنا رشک نہ آتا، جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا، حالانکہ میں نے انہیں کبھی دیکھا تک نہ تھا، بس اتنی سی بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ انہیں اکثر یاد فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ اگر کبھی بکری ذبح کرتے، تو اس کے گوشت کے ٹکڑے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے، میں ان سے کہتی کہ

" آپ ﷺ کے نزدیک جیسے حضرت خدیجہؓ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہیں ہے۔" حضور ﷺ فرماتے کہ "ہاں، وہ ایسی اور ایسی ہی تھیں" (مشکوٰۃ شریف)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ " آپ ﷺ کیا ایک معمر اور ضعیف خاتون کو یاد کرتے رہتے ہیں، جو مر چکیں، اور خدا نے آپ ﷺ کو ان سے بہتر بیویاں عطا فرمائی ہیں" اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "خدا کی قسم، ہرگز نہیں۔ خدا نے ان سے بہتر بیوی مجھے نہیں دی، خدیجہؓ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں، جس وقت میرے اپنوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے اس وقت مجھے (اقامت دین کی خاطر) اپنا مال دیا، جب لوگ مجھے مال دینے کو تیار نہ تھے، اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد عطا کی" (مسند احمد)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "دنیا کی تمام عورتوں میں مریمؑ بنت عمران، خدیجہؓ بنت خویلد، آسیہؑ زوجہ فرعون اور فاطمہؓ بنت محمد ﷺ سب سے ممتاز اور برگزیدہ ہیں۔" (ترمذی کتاب المناقب)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "خدیجہؓ اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے بہترین ہیں، اور میری محسنہ ہیں"۔

حسب نسب:۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، مکہ کے ایک رئیس اور قریش کے قبیلہ، بنو اسد کے سردار، خویلد بن اسد کی ایک نہایت خوبصورت اور حسین وجمیل صاحبزادی تھیں۔ جو اپنے حسب نسب، فہم وفراست، نیک سیرت، اعلیٰ کردار، پاکیزہ اخلاق اور پاک دامنی کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر تھیں کہ انہیں "طاہرہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ والدہ کا نام "فاطمہ بنت زائدہ" تھا۔ والد اور والدہ دونوں کا تعلق قریش سے تھا۔ اس نسبت سے حضور سرکار دو عالم ﷺ سے بھی قرابت داری تھی۔

بیوگی کے صدمات:۔

حضرت خدیجہؓ سن بلوغت کو پہنچی تھیں کہ ان کا نکاح ایک رئیس نوجوان ابو ہالہ سے کر دیا گیا۔ شادی کے کچھ سالوں بعد ہی ابو ہالہ بہ رضا الٰہی فوت ہو گئے۔ جن سے ان کے دو بچے ہالہ اور ہند پیدا ہوئے۔ والد نے جلد ہی مخزومی قبیلے کے ایک رئیس خاندان کے فرزند عتیق بن عائد

سے نکاح کر دیا۔ جن سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام بھی ہند تھا۔ شومئی قسمت کہ دوسرے شوہر بھی جلد ہی وفات پا گئے۔ ابھی شوہر کے انتقال کو کچھ وقت ہی گزرا تھا، کہ والد خویلد بھی مشہور جنگ حرب الفجار میں مارے گئے۔

سیدہؓ کی تجارت اور حضور ﷺ کی شرکت:۔

شوہر کے بعد والد کے انتقال سے ناز و نعم میں پلی ان خاتون پر جیسے غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ابھی عمر ہی کیا تھی، صرف تیس سال، بہت سے رئیس اور سردار شادی کے متمنی تھے۔ لیکن انہوں نے اب شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ والد مشہور و معروف تاجر تھے۔ بہت بڑی جائیداد اور تجارت کے مالک تھے۔ لہٰذا اپنی پوری توجہ والد کے کاروبار پر مرکوز کر دی۔ عزم و ہمت اور یکسوئی کے ساتھ 10 برس تک تن تنہا کاروبار چلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ اس وسیع و عریض کاروبار کو چلانے کے لئے ایک نہایت شریف اور ایماندار شخص کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جس کا ذکر اپنی عزیز سہیلی نفیسہ بنت منیہ سے کیا، نفیسہ نے کہا کہ "میں ایک ایسے نوجوان کو جانتی ہوں، کہ جو شرافت و پاکیزگی، عظمت و عفت، امانت و دیانت، صدق و صفا کے اس بلند و اعلیٰ مقام پر ہیں کہ سب ان کو ''امین و صادق'' کہتے ہیں۔'' ''تم محمدؐ بن عبداللہ کی بات تو نہیں کر رہی ہو'' حضرت خدیجہؓ چوں کہ ان کے اعلیٰ کردار کی معترف تھیں، لہٰذا اضطراب سے فرمایا "جی بہن محترم! میں ابوطالب کے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ ہی کی بات کر رہی ہوں، انہیں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کا تجربہ بھی ہے، اور ان کے پاکیزہ اخلاق، تدبر، بردباری اور معاملہ فہمی کا چرچا ہر خاص و عام کی زبان پر ہے۔ آپؐ کو ان سے اچھا شریک تجارت نہیں مل سکتا"

اس بات چیت نے انہیں مضطرب کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھتیجے قطیمہ کی معرفت حضور ﷺ کو پیغام پہنچایا کہ "اگر وہ میرے ساتھ کاروبار میں شریک کار ہو جائیں، تو میں جو معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں، اس کا دوگنا ان کو دونگی۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کیا۔ ابوطالب خاتون محترم کے اوصاف حمیدہ سے واقف تھے لہٰذا بھتیجے کو اجازت دے دی یوں آپ ﷺ، حضرت خدیجہؓ کا سامان تجارت لے کر قافلے کے ساتھ ملک شام روانہ ہو گئے۔

حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ اور ایک رشتہ دار خزیمہ بن حلیم کو بھی ساتھ کر دیا، تا کہ حالات

سے آگاہی رہے۔

واپسی پر حضرت خدیجہؓ حیران رہ گئیں، کیونکہ تجارت میں منافع ہر مرتبہ سے کہیں زیادہ ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے دونوں آدمیوں سے سفر کا حال اور زیادہ منافع کی وجہ دریافت کی۔ دونوں نے آپ ﷺ کے حسن واخلاق پاکبازی، شرافت، صاف گوئی، خوبصورت انداز تجارت اور معاملات کی شفافیت سے متعلق اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے راستے میں پیش آنے والے عجیب وغریب واقعات کا بھی ذکر کیا۔ مثلاً ان کا کہنا تھا، " کہ ہم نے دیکھا کہ سخت گرمی اور سورج کی تپش میں اُن پر بادل کا ٹکڑا سایہ فگن ہو جاتا تھا"۔ یہ سب سن کر حضرت خدیجہؓ کو محسوس ہوا کہ جیسے انہیں اس یکتہ روزگار نوجوان کی صورت میں اپنا گم گشتہ گوہر مطلوب مل گیا ہو، اور یہ ہی وہ لمحات تھے، کہ جب انہیں اپنے دل میں حضور ﷺ کے لئے عزت واحترام، عقیدت اور پیار ومحبت کا ایک لاوا ابلتا ہوا محسوس ہوا۔

نبی کریم ﷺ سے نکاح:۔

حضور اکرم ﷺ آپؓ کا سامان تجارت ملک شام، عراق اور یمن لے جاتے رہے اور ہر مرتبہ منافع، میں حیران کن اضافے کے ساتھ، حضرت خدیجہؓ کی خواہش شریک سفر کی آتش شوق بڑھتی رہی، یوں کئی مہینے گزر گئے۔ بالآخر ایک دن آپؓ نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی سہیلی نفیسہ سے اظہار کر ہی دیا۔ "ہم چاہتے ہیں کہ محمدؐ بن عبداللہ شریک تجارت کے ساتھ ہمارے شریک سفر بھی ہو جائیں۔" "بہن خدیجہؓ تمہارا یہ فیصلہ بر وقت بھی ہے، اور برمحل بھی، مجھے لگتا ہے کہ اللہ نے تم کو اس عظیم المرتبت انسان کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ میں تمہارا یہ پیغام "محمدؐ بن عبداللہ" تک پہنچاؤں گی۔" نفیسہ نے خوش ہو کر جواب دیا۔ حضور اکرم ﷺ تک جب یہ پیغام پہنچا تو آپ ﷺ نے ابو طالب سمیت اپنے دیگر چچاؤں سے مشورہ کیا، اور سب کی اجازت اور مرضی سے اسے قبول فرمایا۔ یوں دونوں خاندانوں کی باہمی رضامندی سے حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کی زوجیت میں آگئیں۔ ابن ہشام کے مطابق آپؓ کا مہر 20 اونٹ تھا۔ نکاح کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارکہ 25 برس اور حضرت خدیجہؓ کی 40 برس تھی۔

فضائل ومناقب:۔

حضرت خدیجہؓ پختہ ذہن کی باشعور، بُردبار، باوقار اور اعلیٰ ظرف کی مالک رئیس زادی تھیں، جو حسب نسب، دولت، عزت مرتبہ اور سوجھ بوجھ کے لحاظ سے اپنی قوم کی سب سے معزز اور افضل خاتون تھیں۔ جنہوں نے اپنی پوری زندگی عیش وآرام، خوشی ومسرت میں گزاری تھی، جہاں غربت وتنگدستی کا دور دور تک گزر نہ تھا، لیکن انہیں حضور اکرم ﷺ کا اخلاق حسنہ، ان کا سادہ رہن سہن، انکی پاکیزگی وحرمت، شرم وحیا، انکی امانت وصداقت، ان کی عجز وانکساری، انکی قناعت پسندی وخندہ بینی، انکی ثابت قدمی واستقلال، غربا وفقراء سے ان کی محبت، حضرت خدیجہؓ کو اس قدر پسند آئی کہ اپنا وجود سمیت، اپنا مال ودولت وکاروبار حضور اقدس ﷺ کے قدموں تلے ڈھیر کر دیا، اور اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے رنگ میں رنگ لیا۔ حضور ﷺ کی خدمت وخوشنودی، وفاشعاری وفرمابرداری، اب ان کا مقصد حیات تھا۔ گھر میں بیسیوں غلام وملازم تھے لیکن حضور اکرم ﷺ کے تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتیں، اور اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتی تھیں۔

اس کے ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں کے ساتھ بھی محبت واحترام سے پیش آتیں۔

چچا ابو طالب کے مالی حالات بہتر نہ تھے، لہٰذا حضور اکرم ﷺ سے کہہ کر حضرت علیؓ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر صرف 5 سال تھی۔ یوں حضرت فاطمہؓ سمیت اپنے سب بچوں کے ساتھ حضرت علیؓ کی بھی تربیت آپ ﷺ کے ہاتھوں ہی ہوئی۔

غار حرا میں سکونت:۔

منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے 3 سال پہلے ہی حضور ﷺ نے غار حرا میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ غار حرا آپ ﷺ کے گھر سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ شادی کو 15 برس گزر چکے تھے۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ سے آپ کی محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا، کہ ضروریات کا تمام سامان لے کر اوپر غار حرا تک جاتیں۔ اپنے سامنے کھانا کھلاتیں، اور آپ ﷺ سے باتیں کر کے آپ ﷺ کی دلجوئی کرتی رہتیں۔ یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ خود ہی فرماتے کہ "خدیجہؓ اب جاؤ بچے انتظار کر رہے ہونگے" بادلنخواستہ وہاں سے اٹھتیں تو راستے میں مڑ مڑ کر غار حرا کی طرف دیکھتی رہتیں۔

مہر نبوت:۔

جب نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی، تو آپ ﷺ خوف زدہ ہو گئے، اور آپ ﷺ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اسی حالت میں آپ ﷺ گھر پہنچے، اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ "مجھے کپڑا اُڑادو" جب زرا حالت بہتر ہوئی، تو ان سے نزول وحی اور نبوت کی ذمہ داریوں کا ذکر کیا، اور حضرت جبرئیلؑ کی آمد کا پورا ماجرہ سنایا۔ یہ وہ لمحات تھے، کہ جب اگر کوئی عام عورت ہوتی، تو گھبرا جاتی، خوف زدہ ہو جاتی، لیکن یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں کہ، جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک حیات کی حیثیت سے گزارے ہوئے 15 سالوں میں آپ ﷺ کی شخصیت کے ہر پہلو کا بغور مطالعہ کیا تھا، اور جن کا دل یہ گواہی دیتا تھا، کہ ہو نہ ہو، یہ دنیا کی عظیم شخصیت اور اللہ کے خاص بندے ہیں، اور آج وہ وقت آ گیا تھا، کہ جب وہ اپنے دل کی بات کو سچ ہوتا محسوس کر رہی تھیں، اور یہ ہی وہ وقت تھا، کہ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "نہیں ہرگز نہیں، آپ ﷺ کو کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو رسوا نہیں کریگا۔ آپ ﷺ قرابت داروں کا حق ادا کرتے ہیں۔ فقیروں اور مسکینوں کی مدد کرتے ہیں۔ مسافروں اور مہمانوں کا خیال کرتے ہیں۔ حق اور انصاف کے کاموں میں سب کی مدد کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ آپ ﷺ امین اور صادق ہیں۔ اللہ آپ ﷺ کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑے گا"۔ پھر اپنی اور نبی کریم ﷺ کی تسلی کی خاطر وہ آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو عربوں کی بت پرستی اور دیگر خرافات کی بناء پر عیسائی ہو گئے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کا حال سننے کے بعد فرمایا کہ "گھبرانے کی بات نہیں ہے، یہ تو وہی ناموس ہے، جسے اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر بھی نازل فرمایا تھا۔ اے کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا، کہ جب تمہاری قوم تم کو یہاں سے نکال دے گی، اور اگر میں زندہ رہا، تو ضرور تمہاری مدد کروں گا"۔ اس ملاقات کے کچھ دن بعد ہی ورقہ بن نوفل اللہ کو پیارے ہو گئے۔

سیدہؓ کا ایثار:۔

آپ ﷺ کو 40 سال کی عمر میں مہر نبوت عطا ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ کے

کاندھوں پر بچوں کے علاوہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت کی ذمہ داریاں بھی تھیں۔لیکن حضرت خدیجہؓ نے جب یہ دیکھا کہ، نبوت کی ذمہ داریوں اور تبلیغ کے کاموں میں آپ ﷺ بہت زیادہ مصروف ہوگئے ہیں، تو ان عظیم المرتبت خاتون نے آپ ﷺ کو بچوں کی تربیت، گھر کی دیکھ بھال، خانہ داری امور، کاروبار سمیت ہر کام سے فارغ کردیا۔تاکہ آپ ﷺ مکمل یکسوئی کے ساتھ دعوت دین کے کاموں کو آگے بڑھا سکیں۔حالانکہ اسکے اثرات ان کے کاروبار پر بھی پڑے اور وہ ماند پڑ گئے۔

پہلی مسلمان خاتون:۔

رسول اللہ ﷺ نے دعوت دین کی ابتداء اپنے گھر سے کرتے ہوئے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ "اے خدیجہ! کیاتم گواہی دیتی ہو، کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا بندہ اور رسولؐ ہوں "حضرت خدیجہؓ کہ جنکے سامنے نبی اکرم ﷺ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی، تڑپ اٹھیں، اور بے قراری سے حضور اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر گویا ہوئیں کہ "میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔"

ابتلاءو آزمائش اور سیدہؓ کا عزم وحوصلہ:۔

یہ بات متفق علیہ ہے کہ سب سے پہلے مسلمان ہونے کا اعزاز حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ہی کو حاصل ہے۔اُن کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ، پہلے دن ہی مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے۔مسند نبوت پر سرفرازی سے پہلے آپ ﷺ قریش کی آنکھوں کا تارا تھے۔وہ آپ ﷺ کو صادق وامین بھی مانتے اور دانا و حکیم بھی، وہ آپ ﷺ کے بلند کردار، صدق وگفتار اور اعلیٰ اخلاق کے گن گاتے، باہمی اختلافات ہوں یا قبائلی جھگڑے، حجر اسود کی تنصیب کا مسئلہ ہو یا ذاتی رنجشیں، محمد ﷺ بن عبداللہ کا فیصلہ سر آنکھوں پر ہوتا، لیکن جوں ہی مسند نبوت سے کلمہ حق بلند کیا، تو کیا اپنے کیا پرائے، سب ہی نے نگاہیں پھیر لیں، غیر تو غیر اپنے سگے بھی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہوگئے۔چچا ابولہب اور ابوجہل کی

سرپرستی میں مکہ اور قریش کے بدنام زمانہ غنڈوں نے آپ ﷺ کا جینا دوبھر کر دیا۔ آپ ﷺ پر آوازیں کستے، بدتمیزی کرتے، پتھر مارتے، گالیاں بکتے، آپ ﷺ کے راستوں میں کانٹے اور غلاظتیں ڈالتے، آپ ﷺ کو ستانے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے، آپ ﷺ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے، دشنام طرازیوں اور طعن وطنز سے آپ ﷺ کا کلیجہ چھلنی کر دیتے، تو آپ ﷺ انتہائی، غمگین دل گرفتہ اور رنجیدہ ہو کر گھر آ کر لیٹ جاتے۔ اس وقت حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ہی تھیں۔ جو آپ ﷺ کی دلجوئی کرتیں۔ آپ ﷺ کا غم غلط کرتیں۔ اپنی دل موہ لینے والی گفتگو اور حوصلہ مندانہ طرز عمل سے آپ ﷺ کے عزم وہمت کو نئی حرارت اور قوت بخشتیں، یوں آپ ﷺ نئے جوش وولولے کے ساتھ دین کے کام میں مصروف ہو جاتے۔

تدبر اور بردباری کی پیکر:۔

حضرت خدیجہؓ، قناعت وحکمت، سنجیدگی وبردباری، تدبر ومعاملہ فہمی، میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ ابولہب کا گھر آپ ﷺ کے گھر کے ساتھ ملا ہوا تھا، جب آپؓ گھر کے صحن میں کھانا بنا رہی ہوتی تھیں، تو ابولہب کی بیوی صحن کی دیوار سے کھانے پر کوڑا کرکٹ ڈال دیا کرتی تھی۔ حضرت خدیجہؓ اس بدسلوکی پر کچھ نہ بولتیں اور نہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کرتیں بلکہ اسے نظرانداز کر دیتی تھیں۔ اگر کبھی آپ ﷺ دیکھ ہی لیتے، تو ابولہب سے یہ ضرور کہتے کہ "چچا ہمسایوں کے ساتھ ایسا سلوک؟"

سوتیلے بیٹے کی قربانی:۔

اعلان نبوت کے کچھ روز بعد ایک دن حضور اکرم ﷺ نے کعبہ شریف پر جا کر اللہ کی وحدانیت کا اعلان کر دیا۔ کفار مکہ، نبی اکرم ﷺ کے اس اقدام پر غصہ سے پاگل ہو گئے۔ اور ہر طرف سے آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ جب یہ خبر گھر پہنچی، تو حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر کے بیٹے ہالہ گھر پر موجود تھے۔ وہ آپ ﷺ کو بچانے کے لئے بیچ میں کود پڑے، اس طرح آپ ﷺ تو محفوظ رہے، لیکن کفار قریش نے غصہ اور نفرت سے ہالہ کو تلواروں کے وار سے لہولہان کر دیا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یوں اسلام کی راہ میں جان کی پہلی قربانی اماں خدیجہ الکبریٰؓ کے لخت جگر

ہالہ نے پیش کر کے اسلام کی تاریخ میں اپنا نام ذریں حروف سے تحریر کرالیا۔

خدیجہ، محسن رسول صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے ایک گرانقدر انعام اور عظیم نعمت تھیں۔ وہ 25 سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اس طرح رہیں، کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی آزمائش آتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تڑپ اٹھتیں۔ راتوں کو جاگ کر آپ کی خدمت کرتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر مرہم رکھتیں، سنگین ترین اور مشکل حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بازو بنتیں۔ تبلیغ رسالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرماتیں، وہ گھر کے اندر بھی اور گھر کے باہر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین رفیق، بہترین ساتھی، اور بہترین مشیر تھیں۔ اسی لئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "خدیجہؓ میری محسن ہیں" خدیجہؓ کی محبت و خدمت، ایثار و قربانی، ابو بکرؓ کا ساتھ اور چچا ابو طالب کی سر پرستی نے کفار مکہ کے ہر وار کو ناکام بنایا۔

شعب ابی طالب کی گھاٹی :۔

یہاں تک کہ جب کچھ نہ بن پڑا، تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ یہ بڑے کٹھن لمحات تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب سب کو مکے سے باہر ایک پہاڑی وادی میں لے گئے، جو بعد میں ان ہی کے نام "شعب ابی طالب" سے مشہور ہوئی۔ بائیکاٹ کے یہ تین برس مسلمانوں کے لئے بڑے کٹھن، کرب و ابتلا اور آلام و مصائب کے سال تھے، شعب ابی طالب میں ان مسلمانوں نے جو تکالیف اور اذیتیں برداشت کیں، ان کے تصور ہی سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

کفار مکہ خوش تھے، انہیں یقین تھا، کہ موسم کی سختیاں، بھوک و پیاس کی شدت، بلکتے، سسکتے اور تڑپتے، معصوم بچوں کی چیخیں و سسکیاں، بوڑھوں کی کمزور قوت برداشت، مسلمانوں کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کر دیں گی لیکن اپنے وقت کے ان بے رحم اور سنگ دل سورماؤں کا یہ انتہائی شرمناک وار بھی ناکام ہو گیا۔ یقیناً معصوم اور شیر خوار بچے بھوک سے بلکے بھی تھے، اور

تڑپے بھی، اور جب ان کی یہ دلسوز آوازیں، آہیں اور سسکیاں گھاٹی سے باہر جاتیں تو کفار قریش خوش ہوتے، قہقہے لگاتے، ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے اور منتظر رہتے کہ کب یہ لوگ آکر ہمارے قدموں میں گریں گے۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ ان بہادر اور عظیم سپوتوں نے درختوں کے پتے کھائے، سوکھے چمڑے کو پانی میں بھگو کر اور آگ میں بھون کر اپنی بھوک کو مٹایا، لیکن اپنے پائے استقلال میں جنبش تک نہ آنے دی۔ محاصرے کے یہ تین سال ایثار و قربانی اور ضبط و صبر کے وہ المناک سال تھے کہ جو تاریخ عالم میں دین کی سربلندی کے لئے قربانیوں کا ایک سنہرا باب رقم کر گئے۔

وصال مبارک:۔

بالآخر تین سال بعد حق کی فتح ہوئی اور کفار بائیکاٹ ختم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن جانکاہ تکلیفوں اور بے پناہ اذیتوں کے ان تین سالوں نے دو ضعیف العمر بزرگ ہستیوں کی صحت پر بُرا اثر ڈالا، اور محاصرہ ختم ہونے کے چند ماہ بعد ہی یکے بعد دیگرے ابوطالب اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر 65 برس اور حضور سرکار دو جہاں ﷺ کی عمر مبارک 50 برس تھی۔ پے در پے آلام و مصائب کے بعد ان دو عظیم ہستیوں کے جدا ہونے کا رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر بُرا اثر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم کا سال قرار دیا۔ حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کے انتقال کے بعد کفار مکہ کے ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ اب نہ ابوطالب تھے، کہ جن کا قریش کو خوف ہوتا، اور نہ حضرت خدیجہؓ کی وہ آغوش تھی، کہ جہاں جسمانی زخموں پر بھی مرہم رکھا جاتا، اور روح کے گھاؤ کا بھی سدباب ہوتا، اب گھر پر چھوٹی فاطمہؓ سمیت معصوم بچے تھے، کہ جو دین کی راہ میں اپنے بابا پر ہونے والے مظالم کو دیکھ کر چھپ چھپ کر رونے اور صبر کرنے کے علاوہ کیا کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ ان دنوں انتہائی رنجیدہ اور غمگین رہنے لگے تھے۔ جانثاران مصطفیٰؐ کا حلقہ جس قدر بڑھتا جا رہا تھا، مصائب و آلام اور قریش کی آتش وعناد کے شعلے بھی فزوں تر ہوتے جا رہے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے اور جان کے درپے تھے، اور یہ ہی وہ لمحات تھے، کہ جب آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ملا۔

سیدہؓ سے حضور ﷺ کی اولاد:۔

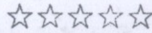
ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ وہ پہلی خاتون تھیں، جن کو سرکار دو جہاں ﷺ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابراہیمؓ کے علاوہ آپ ﷺ کے تمام بچے ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جن میں سب سے پہلے حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے، پھر حضرت زینبؓ، اس کے بعد حضرت رقیہؓ، پھر حضرت ام الکلثومؓ، ان کے بعد حضرت فاطمہؓ، اور پھر آخر میں حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ یوں اماں خدیجہؓ کے بطن سے دو صاجزادے اور چار صاجزادیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت ابراہیمؓ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ قبطیہؓ تھیں۔ آپ ﷺ کے سب بیٹے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے جبکہ صاجزادیاں مسلمان ہوئیں اور ہجرت کے شرف سے مشرف ہوئیں۔

پہلی زوجہ محترمہ:۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی موجودگی میں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نے مزید دس شادیاں کیں۔ تمام ازواج مطہراتؓ بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ حسب نسب میں بھی اعلیٰ و ارفع مقام رکھتی تھیں۔ سب آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا خلا کوئی پُر نہ کر سکا۔ آپ ﷺ عمر بھر انہیں یاد کرتے رہے۔ اکثر آپ ﷺ انہیں یاد کر کے آبدیدہ بھی ہو جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان کی تن من دھن سے بے لوث خدمات، ان کی مالی قربانیوں، انکے بیش بہا مشوروں، انکی ہمت افزا باتوں، انکی بچوں کی اعلیٰ تربیت، ان کے بے پناہ محبت اور پیار کو عمر بھر بھول نہ پائے۔ اور اکثر دیگر ازواج مطہراتؓ سے ان کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے سلام کہلوایا اور جنت میں موتی کے محل کی بشارت دی۔ حضرت جبرئیلؑ بھی آپ ﷺ کو سلام کہلوایا کرتے تھے (صحیح بخاری) حضرت خدیجہؓ چوں کہ ازواج مطہراتؓ میں سب سے بڑی ہیں اس لئے آپؓ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کہا جاتا ہے۔

عظیم پیغام :۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی سیرت دنیا کی تمام مسلمان خواتین کے لئے عزم وہمت اور عمل و بیداری کا ایک عظیم پیغام ہے۔آج کے اس پُر آشوب دور میں کہ جہاں ہر طرف کفر والحاد کا بازار گرم ہے۔مسلمان خواتین کو اماں خدیجہؓ کی سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ گزاری ہوئی جہد مسلسل سے بھر پور زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بناتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی بھر پور کوشش کرنی چاہیے، کہ یہ ہی دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات کا راستہ ہے۔



(دوسری زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

اُم المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

"آپ رضی اللہ عنہا اطاعت وفرمانبرداری اور ایثار وقربانی میں سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ممتاز تھیں"

زندگی کے کٹھن ترین دن:۔

شعب ابی طالب کے انتہائی کٹھن اور صبر آزما محاصرے کے خاتمے کے بعد دو عظیم المرتبت ہستیاں یکے بعد دیگرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئیں۔ چچا ابو طالب کے انتقال کے بعد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس وغم گسار اہلیہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت اداس اور غمگین رہا کرتے تھے۔ ایک طرف اہل قریش کے بڑھتے ہوئے مظالم تھے۔ تو دوسری طرف گھر کے معاملات کے ساتھ معصوم بچیوں کی پرورش اور خبر گیری کا بوجھ، پھر ان دو مضبوط سہاروں کے اُٹھ جانے سے دعوت دین کے کام میں بھی کافی مشکلات کا سامنا تھا۔ اب نہ تو کفار مکہ کو چچا ابو طالب کا خوف تھا اور نہ گھر کے اندر آغوش خدیجہ رضی اللہ عنہا تھی، کہ جس پر سر رکھ کر اپنی تمام تکالیف بھول جاتے۔ جن کے پُرنور، شاداب چہرے کی مسکراہٹ، اور حوصلہ مندانہ محبت بھرے جادوئی الفاظ، دل ودماغ پر لگے کفار کے زہر بھرے نشتروں پر مرہم کا پھایا رکھ کر حوصلوں اور ولولوں کو نئی توانائی وتازگی پیدا کردیتے۔ لیکن اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لے جاتے تو نوعمر ام الکلثوم رضی اللہ عنہا اور پانچ سالہ معصوم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرجھائے ہوئے چہرے اور پرنم آنکھیں اداسی میں مزید اضافہ کردیتیں۔ گھبرا کر

چچا ابو طالب کی جانب جاتے تو ان کا خالی کمرہ آبدیدہ کر دیتا۔ یہ دن زندگی کے سب سے کٹھن دن تھے۔ جب ہی تو سرور کائنات ﷺ نے اسے عام الحزن" یعنی غم کا سال" قرار دیا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی اداسی اور پریشانی دیکھ کر جہاں آپ ﷺ کے صحابہ اور جانثار ساتھی غمگین تھے وہاں آسمانوں پر فرشتے بھی اداس تھے اور رب کعبہ کے حکم کے منتظر تھے۔ کہ جو ہر چیز سے خوب باخبر ہے۔

صحابہؓ کا دوسری شادی پر اصرار:۔

صحابہؓ آپ ﷺ کی پریشانی کم کرنے کی جستجو میں فکرمند رہتے۔ ایسے ہی ایک صحابہ حضرت عثمان بن مظعونؓ تھے۔ جو آپ ﷺ سے بہت پیار کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی اہلیہ خولہؓ بنت حکیم اسلمیہ سے نبی کریم ﷺ کی پریشانی اور اداسی کا تذکرہ کیا خولہؓ بھی صحابیہ تھیں اور حضرت خدیجہؓ کی رشتہ داری کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کے گھریلو معاملات سے بھی بخوبی آگاہ تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر سے فرمایا کہ " حضور ﷺ کی پریشانی کا صرف ایک ہی حل ہے وہ یہ کہ وہ کسی سمجھ دار خاتون سے شادی کرلیں۔"

ابولہب کی بیوی کا ظلم وستم:۔

نبی کریم ﷺ تبلیغ دین کے سلسلے میں اکثر گھر سے باہر رہتے۔ حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ کی شادی ہو چکی تھی۔

ام الکلثومؓ اور فاطمہؓ گھر میں اکیلی ہوتیں۔ ایسے میں برابر کے گھر سے ابولہب کی بیوی ام جمیل ان پھول سی معصوم بچیوں کو خوف زدہ کرنے اور تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی۔ گھر کے صحن میں غلاظت و کچرا پھینکنا اور بچیوں کو سخت سست کہنا اس کا روز کا معمول تھا۔ اُس دن بھی ایسا ہی ہوا گھر کے صحن میں غلاظت و کچرا پھینکا جا رہا تھا، خوف زدہ و پریشان بچیاں گھر کے ایک کونے میں سہمی کھڑی تھیں، کہ خلاف توقع سرکار دو عالم ﷺ گھر میں داخل ہوئے، آپ ﷺ کے سر اور کپڑے مٹی سے اٹے ہوئے تھے، بچیوں نے اپنے بابا کو اس حال میں دیکھا، تو بے اختیار لپٹ گئیں، ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے، چہرہ غم و غصہ سے سرخ ہو گیا، آنکھوں سے نکلی

اشکوں کی لڑیوں نے معصوم چہروں کو تر کر دیا۔ پھول کی کلیوں کی طرح نازک بیٹیاں اپنے بابا کا سر مبارک دھلا رہی تھیں، آج انہیں اماں بہت یاد آ رہی تھیں، وہی تو ایسے وقتوں میں بابا کے دکھوں کا مداوا تھیں۔ بچیوں کی پرنم آنکھوں اور بہتے اشکوں نے بابا کے کلیجے کو کاٹ کر رکھ دیا۔ بچیوں کے ننھے نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے، اور حضرت خدیجہؓ کے کمرے میں آئے، تو خود بھی آبدیدہ ہو گئے۔ بچیوں کو پیار سے تسلیاں دیتے ہوئے فرمایا "اے میری لخت جگر تم غم نہ کرو، اللہ تمہارے بابا کو تنہا نہیں چھوڑے گا" اور یہ ہی وہ وقت تھا کہ جب اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب ﷺ کے لئے ایک اور اطاعت گزار، فرمانبردار اور محبت کرنے والی شریک حیات کا بندوبست کر دیا۔

خولہؓ بنت حکیم کا مشورہ:۔

ابھی باپ بیٹیاں ایک دوسرے کے دکھوں کو بانٹ ہی رہے تھے، کہ گھر کے دروازے پر دستک ہوئی اور خولہؓ بنت حکیم اجازت لے کر گھر میں داخل ہوئیں۔ گھر کی اداس فضا اور نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارکہ پر غم و ملال کے آثار دیکھے تو اپنے دل کی بات حضور ﷺ کے گوش گزار کر دی۔ "یارسول اللہ ﷺ، آپؐ بہت غمگین رہتے ہیں آپ ﷺ کو کسی مونس و رفیق کی ضرورت ہے"۔ ہاں خولہ! تم صحیح کہتی ہو، خدیجہؓ نے مجھے ہر غم و فکر سے آزاد کر دیا تھا۔ بچوں کی تربیت، گھر کا انتظامات کے علاوہ وہ دین کے کام میں بھی میری معاون و مددگار اور محسنہ تھیں" یہ کہتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے ٹپکے اور داڑھی مبارکہ میں جذب ہو گئے۔ "اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، کیا میں آپ ﷺ کو ایسی ایک خاتون کے بارے میں نہ بتاؤں، کہ جو کم از کم گھر اور بچوں کی تربیت و دیکھ بھال کی حد تک تو آپ کی فکر کو کم کر دیں۔" نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "خولہؓ! تم کس کی بات کر رہی ہو؟"۔ یارسول اللہ ﷺ! میں سودہ بنت زمعہ کی بات کر رہی ہوں جو اب بیوہ ہیں، وہ سنجیدہ اور بردبار خاتون ہیں۔ گھر کے معاملات اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے نہایت موثر اور موزوں ہونگی۔ خولہ نے وضاحت پیش کی۔

حضرت سودہؓ سے نکاح:۔

"اچھا اگر تم سکران بن عمرو کی بیوہ کے بارے میں بات کر رہی ہو تو ان سے بات کر کے

دیکھ لو" سرور دو عالم ﷺ کی ایما پر خولہؓ فوری طور پر سودہؓ بنت زمعہ کے گھر پہنچیں۔ ان سے اور ان کے والد سے بات کی، دونوں اس رشتہ پر راضی اور خوش تھے۔ تمام مراتب طے ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت سودہؓ کے والد زمعہ نے نکاح پڑھایا۔ آپؓ کا مہر 400 درہم مقرر ہوا۔ یہ نکاح حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ دنوں بعد ماہ شوال میں نبوت کے دسویں سال میں ہوا۔ اس وقت حضرت سودہؓ کی عمر 50 سال تھی۔ جبکہ سرور دو جہاں ﷺ کی عمر مبارکہ بھی 50 سال ہی تھی۔

چونکہ حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کے نکاح کا زمانہ قریب قریب ہے، اس لئے مورخین میں اختلاف ہے، کہ کس کو تقدم حاصل ہے۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت سودہؓ کو تقدم ہے۔ جبکہ عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت عائشہؓ کو مقدم سمجھتے ہیں۔ (زرقانی) مورخین کی اکثریت نے حضرت سودہؓ ہی کو ازواج مطہراتؓ میں دوسرے نمبر پر لکھا ہے۔ نکاح کے بعد آپؓ کے بھائی عبداللہ بن زمعہ گھر پر آئے (وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے)۔ ان کو جب اس نکاح کا معلوم ہوا تو انہوں نے غصے میں اپنے سر پر خاک ڈال لی، کہ یہ کیا غضب ہو گیا۔ اسلام لانے کے بعد وہ اپنی اس حماقت اور نادانی پر ہمیشہ افسوس کرتے رہے (زرقانی)

نام و نسب:۔

ام المومنین حضرت سودہؓ کی کنیت ام الاسود ہے۔ آپؓ کا تعلق قریش کے ایک معزز قبیلے "عامر بن لوی" سے تھا۔ آپؓ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ سودہؓ بنت زمعہ، بن قیس، بن عبد الشمس، بن عبدو، بن نصر، بن مالک، بن حسل، بن عامر، بن لوی، والدہ کا نام شموس تھا۔ یہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے ننھیالی قبیلہ بنو بخار سے تھیں۔ آپؓ کا پہلا نکاح اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا جن کے بطن سے ایک صاحبزادے "عبدالرحمٰن" پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ سے آپؓ کے نکاح کے وقت یہ جوان تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے 16 ہجری میں فارس میں جلولہ کے مقام پر لڑی جانے والی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس طرح حضرت سودہؓ کو ایک شہید کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت سودہؓ کا خواب:۔

حضرت سودہؓ اور آپؓ کے شوہر سکران کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ دعوت توحید کے ابتدائی تین سالوں میں جن 133 افراد نے اسلام قبول کیا ان میں یہ دونوں بھی شامل تھے۔ جب حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم ہوا تو دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ فرمائی جہاں دونوں کئی سال تک مقیم رہے۔ حضرت سودہؓ بیان فرماتی ہیں کہ "میں نے خواب دیکھا، کہ میں تکیے پر سر رکھے لیٹی تھی، کہ آسمان سے چاند ٹوٹ کر مجھ پر آ گرا۔ میں نے اس خواب کا تذکرہ اپنے شوہر سکران سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم سچ کہتی ہو تو میں جلد ہی انتقال کر جاؤں گا اور حضور اکرم ﷺ سے تمہارا نکاح ہو جائیگا۔ چنانچہ اس روز کے بعد سے سکران بیمار پڑ گئے، اور چند دنوں بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر عدت کے بعد حضور اکرم ﷺ سے میرا نکاح ہو گیا۔ مکی زندگی میں حرم نبویؐ میں جن دو عظیم المرتبت امہات المومنینؓ کو داخلے کا شرف حاصل ہوا وہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت سودہؓ ہی تھیں۔

مدینہ منورہ آمد:۔

نبوت کے تیرہویں سال میں آنحضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ کچھ عرصے بعد آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت ابو رافعؓ کو مکہ بھیجا اور انکے ساتھ حضرت سودہؓ، حضرت ام الکلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ ہجرت فرما گئیں۔

فضائل و مناقب:۔

ام المومنین حضرت سودہؓ سب سے زیادہ دراز قامت اور فربہ اندام تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ "جس نے ان کو دیکھ لیا اس سے وہ چھپ نہیں سکتی تھیں۔" (صحیح بخاری) آپؓ فطرتاً اور طبیعتاً صالح، سنجیدہ، بردبار، اعلیٰ ظرف، بلند حوصلہ، دور اندیش، شائستہ مزاج اور ایثار و قربانی کے جذبوں سے لبریز محبت کرنے والی خاتون تھیں۔ بزرگوں کی اطاعت، بچوں سے محبت اور سب کی خدمت کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو خوش

رکھنا انکی زندگی کا مقصد حیات تھا۔ ام کلثومؓ اور فاطمہؓ سے انتہائی والہانہ اور قابل رشک شفقانہ رویہ رکھتیں، ان سے حقیقی ماں کی طرح محبت کرتیں، انہیں ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دیتیں، مہربان اور شفیق ماں کے طور پر سایہ کی طرح ان کے ساتھ رہتیں، انہوں نے بچیوں کی نگرانی اور تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ حضورﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا، کہ اپنی جان ہر وقت نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتیں۔ کوشش کرتیں کہ حضرت خدیجہؓ کی طرح آپ ﷺ کی خدمت کریں، آپ ﷺ کا حوصلہ بڑھائیں، اور آپ ﷺ کو خوش رکھیں۔

ایثار و قربانی کا اعلیٰ نمونہ:۔

آپؓ نے محسوس کیا کہ حضرت عائشہؓ نوعمر بھی ہیں اور کنواری بھی، جبکہ میں ادھیڑ عمر ہوں، لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی خوشنودی کی خاطر اپنی باری کا دن بھی حضرت عائشہؓ کو مرحمت فرمادیا۔ عشق رسولؐ میں اتنا بڑا ایثار و قربانی، کہ اپنی سوکن کو اپنے اوپر ترجیح دیدی، حضرت سودہؓ کے ایثار کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے، کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

سیدہ عائشہؓ کے تعریفی کلمات:۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت سودہؓ کی بڑی تعریف کیا کرتی تھیں۔ ان کا قول ہے کہ "عورتوں میں سوکن ہونے کا جوجذبہ ورقابت ہوتا ہے، اس سے میں نے ایک ہی عورت کی خالی پایا ہے اور وہ تھیں حضرت سودہؓ" ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ "سوائے سودہؓ کے کسی اور عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی"۔ حضرت عائشہؓ ان سے بڑی محبت کیا کرتی تھیں۔ اگرچہ حضرت سودہؓ کے مزاج میں قدرے تیزی تھی۔ جلد غصہ میں آجایا کرتی تھیں لیکن دل کی بڑی صاف تھیں۔ اسکے ساتھ ہی بڑی خوش مزاج، ہنس مکھ اور حسن ظرافت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ اکثر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ آپؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ میں نے گزشتہ شب آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ ﷺ نے اتنی دیر تک رکوع کیا، کہ مجھے اپنی نکسیر پھوٹنے کا شبہ ہوگیا، اس لئے میں نے دیر تک اپنی ناک پکڑے رکھی۔ حضور ﷺ یہ سن کر مسکرادیئے۔ (ابن سعد)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس حریرہ بنا کر لائی، اس وقت حضرت سودہؓ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں، میں نے سودہؓ سے کہا، کہ تم بھی کھاؤ، انہوں نے کسی وجہ سے انکار کیا، میں نے پھر کہا، انہوں نے پھر انکار کیا، تو میں نے حریرہ سے ہاتھ بھر کر ان کا منہ بھر دیا۔ آپ ﷺ یہ دیکھ کر مسکرائے اور پھر اپنے ہاتھ سے مجھے دباتے ہوئے سودہؓ سے فرمایا، کہ تم ان کا منہ بھر دو، تو سودہؓ نے حریرہ لے کر میرا منہ بھر دیا، اس پر آپ ﷺ پھر مسکرائے۔

حضرت سودہؓ نبی کریم ﷺ کو خوش کرنے اور ہنسانے کی کوشش کرتی رہتیں۔ بعض اوقات جان بوجھ کر مختلف طریقوں سے ایسے بن بن کر چلتیں کہ حضور ﷺ پر نور انہیں دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑتے۔

سخاوت وفیاضی:۔

ام المومنین حضرت سودہؓ بڑی فیاض، دریادل اور سخی تھیں۔ آپؓ کی سخاوت کی وجہ سے کئی حاجت مند اپنی ضروریات زندگی پوری کیا کرتے تھے۔ آپؓ دستکاری کے فن میں ماہر تھیں۔ انہیں اپنی حرفت سے جو آمدنی حاصل ہوتی اس کا بیشتر حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں تھیں۔ خلافت راشدہ میں مسلمانوں کو وظائف ملنا شروع ہوئے، اپنی رقم کو اسی وقت حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے آپؓ کی خدمت میں کھجوروں والے بورے میں درہم بھر کر بھیجے۔ آپؓ نے پوچھا "اس میں کیا ہے؟" جواب میں بتایا گیا کہ "اس میں درہم ہیں" تو فرمایا" کھجوروں کے تھیلے میں درہم بھیجے جاتے ہیں" یہ کہہ کر سب درہم اسی وقت غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیئے۔

آیات حجاب کا نزول:۔

ایک مرتبہ حضرت سودہؓ قضائے حاجت کے لئے صحرا کی جانب جارہی تھیں کہ راستے میں حضرت عمر فاروقؓ مل گئے۔ حضرت سودہؓ بھاری بھر کم بھی تھیں اور قد بھی نمایاں تھا، لہٰذا

حضرت عمرؓ نے آپؓ کو پہچان لیا۔ حضرت عمرؓ کو ازواج مطہراتؓ کا باہر نکلنا ناگوار لگتا تھا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں امہات کے پردے کی تحریک پیش کر چکے تھے۔

لیکن حضور اکرم ﷺ اس لئے خاموش رہتے تھے کہ اس وقت تک پردے کا حکم نہیں آیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ "سودہؓ ہم نے تم کو پہچان لیا ہے" حضرت سودہؓ کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچیں، اور حضرت عمرؓ کی شکایت کی، اور اسی واقعہ کے بعد "آیات حجاب" نازل ہوئیں (صحیح بخاری)۔

حج میں منیٰ سے جلد واپسی کی سہولت:

10 ہجری میں نبی کریم ﷺ نے حج کیا، تو حضرت سودہؓ بھی ساتھ تھیں، کیونکہ آپؓ کا جسم بھاری تھا، آپؓ فربہ اندام تھیں، لہٰذا تیزی کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی تھیں۔ اسی وجہ سے آپؓ کی درخواست پر حضور اکرم ﷺ نے آپؓ کو دوسرے لوگوں سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہونے کی اجازت دیدی تاکہ ان کو بھیڑ بھاڑ اور ازدھام میں تکلیف نہ ہو (صحیح بخاری) اس طرح حضرت سودہؓ کی بدولت امت کے ضعیف العمر، لاغر اور کمزور افراد کو حج میں مزدلفہ سے رات کے پچھلے پہر جانے کی سہولت مُیسر آئی۔ حضرت سودہؓ اطاعت و فرمانبرداری میں تمام ازواج مطہراتؓ سے ممتاز تھیں۔

قرآن وسنت کی پابندی:۔

ابن سعد سے روایت ہے کہ سرکار دو جہاں ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر اپنی ازدواج مطہراتؓ کے لئے ارشاد فرمایا کہ ''چوں کہ انہوں نے حج کرلیا ہے، اس لئے ان کے لئے بہتر ہے، کہ اس کے بعد اپنے گھروں پر بیٹھیں۔" چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تمام ازواج مطہراتؓ حج کیا کرتی تھیں مگر سودہؓ اور زینبؓ بنت جحش حج نہیں کرتی تھیں۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے اس حکم پر من وعن عمل کیا۔ حضرت سودہؓ فرماتی تھیں کہ "میں نے حج اور عمرہ دونوں کر لئے ہیں اب میں اللہ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق گھر سے باہر نہ نکلوں گی۔" اس کے بعد وہ زندگی بھر سورہ احزاب کی آیت 33

"و قرن فی بیو تکن" ترجمہ: " اپنے گھروں میں قرار سے رہو" اور حجۃ الوداع میں حضور اکرم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے گھر سے باہر نہ نکلیں۔

سیرت کی مختلف کتابوں میں ایک اور واقعہ بھی درج ہے کہ حضرت سودہؓ دجال سے بہت ڈرتی تھیں۔ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ حضرت سودہؓ کے ساتھ آرہی تھیں۔ دونوں نے مزاح کے طور پر حضرت سودہؓ سے کہا کہ "سودہ تم نے کچھ سنا" انہوں نے جواب دیا" کیا؟" کہنے لگیں کہ "دجال ظاہر ہوگیا ہے" حضرت سودہؓ نے یہ سنا تو فوراً خوفزدہ ہوکر ایک خیمے میں جا گھسیں۔حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہنستی ہوئی حضورؐ کے پاس پہنچیں اور آپ ﷺ کو اس مذاق کے بارے میں بتایا آپ ﷺ فوری تشریف لائے اور خیمے کے دروازے پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ "ابھی دجال نہیں نکلا ہے باہر آجاؤ" حضور ﷺ کی آواز سن کر آپؓ باہر آئیں تو آپؓ پر خوف طاری تھا اور بدن پر مکڑی کا جالا لگا ہوا تھا جسے باہر آکر صاف کیا(الاصابہ)۔

وصال مبارک:۔

ایک مرتبہ ازواج مطہراتؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور دریافت فرمایا" یارسول اللہ ﷺ " ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا؟" آپ ﷺ نے فرمایا۔" جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے" انہوں نے ظاہری ہاتھ سمجھے، ہاتھ ناپے گئے،تو سب سے بڑا ہاتھ حضرت سودہؓ کا تھا،لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کے بڑا ہونے کا مطلب سخاوت اور فیاضی تھا۔آپؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے آخر عہد خلافت میں 22 ہجری کو وفات پائی۔آپؓ نے سرکار دوعالم ﷺ کی رفاقت میں 14 برس گزارے، وفات کے وقت آپؓ کی عمر 72 سال تھی۔آپؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

حضرت سودہؓ سے صرف پانچ احادیث مروی ہیں۔جن میں سے بخاری میں صرف ایک ہے۔صحابہ میں حضرت ابن عباسؓ۔ابن زبیرؓ اور یحیٰی بن عبدالرحمٰنؓ نے ان سے روایت کی ہیں۔

فضائل حضرت سودہؓ۔

☆ ام المومنین حضرت سودہؓ اطاعت وفرمابرداری اور ایثار وقربانی میں دیگر ازواج مطہراتؓ

سے ممتاز ہیں۔

☆ اطاعت وفرمانبرداری کا یہ عالم کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا" اب جبکہ سب ازواجؓ نے حج کرلیا ہے لہٰذا اب وہ اپنے گھروں پر بیٹھیں"۔ سورہ احزاب کی آیت 33 میں اللہ نے فرمایا" نبی ﷺ کی بیویوں اپنے گھر میں قرار سے رہو" تو عمر بھر گھر سے باہر قدم نہ نکالا۔

☆ آیات حجاب کے نزول کا باعث بن کر پوری دنیا کی خواتین کو تحفظ نسواں کا بہترین دستور وشعور عطا فرمادیا۔

☆ اپنی طے شدہ باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کرکے دنیا بھر میں ایثار کی اعلیٰ مثال قائم کردی۔

☆ حج میں مزدلفہ کے میدان سے ضعیف العمر اور لاغر وکمزور افراد کو رات میں جلد منیٰ جانے کی سہولت بھی آپؓ کی وجہ سے ہی مُیسر آئی۔

☆ سوتیلی اولاد سے محبت پیار اور اعلیٰ تربیت کا بہترین نمونہ پیش کرکے رہتی دنیا تک کے لئے سوتیلی ماں اور بیٹی کے رشتے کو امر کردیا۔

☆ آپؓ قدیم الاسلام تھیں، دعوت توحید کے ابتدائی دنوں میں مسلمان ہونے والوں میں آپؓ بھی شامل تھیں۔

☆ حضرت سودہؓ کی حیات طیبہ، اطاعت وفرمانبرداری، تسلیم ورضا، سخاوت وفیاضی، ایثار وقربانی، دینداری وخداترسی، عفت وپاکیزگی، تربیت واصلاح، عفوودرگزر، خلوص ومحبت اور عشق رسولؐ کی انتہائی بلندیوں پر نظر آتی ہے۔

☆ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر سختی سے عمل کرکے رہتی دنیا تک سب کو یہ پیغام دیدیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہی حرف آخر ہے۔

ایثار وقربانی اور اطاعت وفرمانبرداری کو جو جذبہ ہمیں ان کے یہاں نظر آتا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ آج کے اس پر خطر دور میں حضرت سودہؓ کا اسوہ حسنہ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی گھریلو زندگی خوشگوار اور کامیاب بنانے میں انتہائی معاون و مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں ان کی حیات مبارکہ سے روشنی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(تیسری زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

وہ عظیم المرتبت اور برگزیدہ ہستی کہ اللہ نے جن کی پاکیزگی اور حرمت کی گواہی دی

سخاوت و فیاضی:۔

دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ خادمہ جا کر دیکھتی ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ پوچھتی ہیں کہ کون آیا ہے؟ جواب ملتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے ہیں، فرماتی ہیں کہ اسے ڈیوڑھی میں رکھ دو اور غریبوں مسکینوں اور حاجت مندوں میں بانٹنا شروع کر دو۔ رقم بانٹتے ہوئے شام ہو جاتی ہے۔ آج سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا روزہ بھی ہے۔ افطار کے وقت خادمہ سوکھی روٹی اور پانی کا پیالہ رکھ دیتی ہے، اور کہتی ہے، کہ آپؓ اپنے لئے کچھ رکھ لیتیں، تو میں آپؓ کے لئے سالن تیار کر دیتی فرماتی ہیں کہ "ہاں مجھے یاد ہی نہیں رہا"

رمضان کے دن ہیں۔ خادمہ نے افطار کے لئے بڑے دن بعد تازہ روٹی اور سالن تیار کیا ہے۔ کھانا دستر خوان پر رکھا ہے۔ افطار کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے کہ اچانک سائل دروازے پر دستک دیتا ہے۔ سائل کی آواز سن کر جو کچھ دستر خوان پر موجود ہے سب سائل کے حوالے کر دیتی ہیں۔ حضرت سودہؓ اپنے حجرے کے دروازے کی آڑ سے یہ منظر دیکھ رہی ہیں، خود بھی روزے سے ہیں، اپنے لئے تیار کردہ تمام حریرہ جلدی سے پڑوس میں بھیج دیتی ہیں، خود پانی سے روزہ کھولتی ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ حریرہ آنے پر خادمہ سے فرماتی ہیں " دیکھو، اللہ نے روزہ کھولنے کا کتنا اچھا بندوبست کیا"۔

بھانجے اور منہ بولے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ نے 70 ہزار درہم بھیجے، اس دن شام ہونے سے پہلے تک سب تقسیم کر دیئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ خالہ کی دریا دلی اور فیاضی پر گھبرا گئے۔ کہا کہ "اب انکا ہاتھ روکنا چاہیے۔" خالہ کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئیں اور قسم کھائی کہ اب ان سے بات نہ کرونگی۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیرؓ مدت تک معتوب رہے، بڑی مشکلوں، کاوشوں اور منتوں کے بعد غصہ فرو ہوا اور قسم کے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے تمام ازواج مطہراتؓ کا دس دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا لیکن آپؓ کا وظیفہ 12 ہزار درہم مقرر فرمایا۔ اس لئے کہ آپ سرکار دو عالم ﷺ کی سب سے محبوب اہلیہ تھیں۔ جیسے ہی پیسے آتے اسی دن شام ہونے سے پہلے تقسیم کر دیتیں۔

اللہ پر توکل:۔

ایک دن حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا ''یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ جنت میں مجھے آپؐ کی ازواج مطہراتؓ کے ساتھ رکھے " آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم یہ چاہتی ہو تو کل کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھا کرو اور کسی بھی کپڑے کو جب تک اس پر پیوند نہ لگے بیکار نہ کرو"۔ آقائے دو جہاں ﷺ کی یہ بات اس طرح گرہ میں باندھی کہ پوری زندگی اس پر عمل پیرا رہیں۔

فضائل:۔

یہ سخاوت، فیاضی، دریا دلی، غریبوں اور مسکینوں کی ملجا، مال و دولت سے مستغنی، خاتون کوئی اور نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ کے قدم قدم کے ساتھی، یار غار، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نور نظر، ام رومانؓ کی لخت جگر، شہنشاہ دو عالم، رحمت دو جہاں سرور کائنات، ساقی کوثر، شافع محشر، سید عرب و عجم، امام الانبیاء، سید المرسلین، محبوب رب العالمین، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی محبوب ترین رفیقہ حیات، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ (حمیرا) تھیں کہ جو جگر گوشہ خلیفۃ المسلمین،

شمع کا شانہ نبوت ،آفتاب رسالت کی کرن ،گلستان نبوت کی مہک ،جزینہ رسالت کا انمول ہیرا، مہر و وفا اور صدق وصفا کی دلکش تصویر تھیں۔

قرآنی آیات کا نزول:۔

حضرت عائشہؓ کہ جنکی پاکدامنی ،عفت ،عظمت وصداقت کی گواہی خود اللہ بزرگ و برتر نے دی، کہ جنکی شان میں قرآنی آیات کا نزول ہوا۔سورہ نور کی سترہ آیات جنکی پاکیزگی کی گواہ ہیں۔جنکو اللہ نے فہم وفراست ،متانت وذہانت ،سخاوت وسیع القلبی ،قوت حافظہ اور اجتہاد وفکر کی غیر معمولی صلاحتیوں سے نوازا۔حضرت عائشہؓ کہ جو عالمہ بھی ہیں اور معلّمہ بھی ،فقیہہ بھی ہیں اور فاضلہ بھی، مفسر قرآن بھی ہیں اور محدثہ بھی، جو شیریں کلام بھی ہیں اور فصیح الاسان بھی۔

حضرت عائشہؓ کہ جنکا دل مہر ومحبت ،عفوودرگزر ،محبت وشفقت کا خزینہ تھا۔جو تعلیمات بنوی ﷺ کی مکمل تصویر تھیں۔جنہیں زندگی ہی میں لسان رسالتؐ سے جنت کی بشارت ملی۔وہ بلند پایہ معلّمہ، کہ جن کا علمی مرتبہ اتنا بلند، کہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ بھی ان کے حلقہ درس میں شریک ہوکر علم کی پیاس بجھایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ دنیا بھر کی ماؤں ، بہنوں اور بیٹیوں کے لئے رشد وہدایت کا وہ انمول خزینہ ہے کہ جس کو مشعل راہ بنا کر اپنے دنیاوی گھر کو جنت نظیر اور آخرت کے گھر کو جنت الفردوس میں تبدیل کرسکتی ہیں۔

لازوال محبت:۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اسلام میں پہلی محبت حضرت عائشہؓ اور نبی اکرم ﷺ میں ہوئی۔شوہر اور رفیق حیات میں اتنی اعلیٰ و پاکیزہ عشق ومحبت کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔مسلمان شوہر اور بیوی کے لئے یہ لازوال محبت ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔کاش ہم اس مقدس محبت کی تقلید کرتے ہوئے اپنے گھروں کو بھی امن ومحبت و پیار کا خوبصورت گہوارہ بنالیں۔

محبوب ترین زوجہؓ:۔

نبی برحق ﷺ سے صحابہؓ نے دریافت کیا "یارسول اللہ ﷺ، آپؐ کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز اور بہترین کون ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "عائشہؓ" پھر پوچھا گیا کہ "مردوں میں سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟" فرمایا "عائشہؓ کے والد ابوبکر صدیقؓ" حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ عائشہؓ کو خواتین پر ویسی ہی فضیلت ہے جیسے تمام کھانوں پر "ثرید" کو۔

قلبی لگاؤ:۔

نبی کریم ﷺ کو امہات المومنینؓ میں سے سب سے زیادہ قلبی لگاؤ اور طبعی میلان حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف تھا۔ ویسے تو آپ ﷺ تمام ازواج مطہراتؓ کے درمیان مکمل عدل وانصاف ومساوات قائم رکھتے تھے لیکن جہاں تک طبعی میلان کا تعلق ہے تو آپ ﷺ اللہ سے دعا فرمایا کرتے تھے "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اس پر میرا اختیار نہیں"۔

نبی ﷺ کا پیار:۔

نبی کریم ﷺ اپنی لاڈلی رفیقہ حیات کے مزاجوں کے ہر رنگ سے بخوبی واقف تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نے بڑے پیار سے فرمایا "اے عویش (آپ ﷺ کبھی کبھی پیار سے حضرت عائشہؓ کو عویش کہا کرتے تھے) جب تم ناراض ہوتی ہو اور جب خوش ہوتی ہو تو میں پہچان لیتا ہوں۔" حضرت عائشہؓ بڑی حیران ہوئیں اور فرمایا "یارسول اللہ ﷺ آپ کس طرح پہچانتے ہیں؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم خوش ہوتی ہو، تو "لا ورب محمدؐ" (نہیں محمدؐ کے رب کی قسم) کے الفاظ سے تم قسم کھاتی ہو، اور جب ناراض ہوتی ہو، تو "لا ورب ابراہیم" (نہیں ابراہیم کے رب کی قسم) کہہ کر قسم کھاتی ہو۔" حضرت عائشہؓ نے مسکراتے ہوئے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ بے شک آپ ﷺ نے صحیح پہچانا، ایسا ہی ہے۔"

ولادت باسعادت:۔

نبوت کے چوتھے برس ماہ شوال میں، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ام رومانؓ کے گھر اللہ نے ایک نہایت خوبصورت چاند سی جیسی حسین اور خوش نصیب بچی پیدا فرمائی، کہ جسے مستقبل میں امت کی ماں اور اللہ کے محبوب اور عرب وعجم کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق حیات کے نہایت مقدس ومتبرک اعزاز سے نوازا جانا تھا۔

نام ولقب:۔

آپؓ کا نام عائشہ لقب صدیقہ اور حمیرا تھا۔ کنیت ام عبداللہ تھی (عبداللہ، آپؓ کے بھانجے تھے) والدہ کا نام زینب جبکہ کنیت ام رومانؓ تھی۔ قبیلہ غنم بن مالک سے تعلق تھا۔ آپؓ اسلام کی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں، جن کے کانوں نے کبھی شرک وکفر کی آواز نہیں سنی۔ آپؓ خود فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا، ان کو مسلمان ہی پایا (صحیح بخاری)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں کہ "اے عائشہ! میں نے نکاح سے پہلے تم کو دو مرتبہ خواب میں دیکھا، میں نے دیکھا کہ تم ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی ہو، ایک فرشتہ تمہیں گود میں اٹھا کر لاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ آپؐ کی اہلیہ ہیں" میں منہ کھول کر دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تم ہو۔ میں خواب میں کہتا ہوں کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے خود ہی پورا کریگا" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:۔

اللہ تعالیٰ کے اس اشارے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہؓ بنت حکیم کے ذریعے حضرت ابوبکرؓ کو پیغام بھجوایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت کے دستور کے پیش نظر فرمایا کہ "عائشہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے کیا اس کا نکاح ممکن ہے؟" خولہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ابوبکرؓ میرے دینی بھائی ہیں، اور اس قسم کے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے"

حضور اکرم ﷺ کے اس جواب پر ابوبکر صدیقؓ خوش ہو گئے۔ اس طرح منہ بولے بھائیوں کے بچوں سے شادی نہ کرنے کے عرب کے قدیم نظام کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرتے ہوئے صدیق اکبرؓ نے شوال 10 نبوی میں حضرت عائشہؓ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ یہ نکاح حضرت سودہ بنت زمعہؓ کی شادی کے کچھ دن بعد ہوا۔

حضرت عطیہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ باہر بچیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں کہ ان کی ملازمہ آئی اور انہیں گھر لے گئی۔ رسول اللہ ﷺ وہاں موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نکاح پڑھایا۔ 500 درہم مہر مقرر ہوا۔ نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر 6 سال تھی۔ اس وقت عرب کے رواج کے مطابق بچیوں کا نکاح بچپن میں ہی کر دیا جاتا تھا۔ نکاح کے بعد آپؓ تین سال میکے ہی میں رہیں۔

مدینہ منورہ آمد:۔

نبی برحق ﷺ ہجرت فرما کر اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لا چکے ہیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ہی دو ہجروں کی تعمیر بھی مکمل ہو چکی ہے۔ اب آپ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کو مدینہ بلانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ اور ابو رافعؓ کو مکہ روانہ کر دیا۔ ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عبداللہ بن اریقطؓ کو بھی روانہ کر دیا، تا کہ ان کے اہل وعیال بھی مدینہ آجائیں۔ حضرت سودہؓ اپنی صاحبزادیوں، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ کو لے کر مدینہ تشریف لے آئیں اور مسجد نبوی سے متصل ہجرے میں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل خانہ، زوجہ ام رومانؓ، بیٹے عبداللہؓ، صاحبزادیاں حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ بھی مدینہ آگئیں اور اپنے والد کے گھر محلہ بنو حارث بن خزرج میں قیام فرمایا۔ مکہ سے مدینہ شریف لانے والے صحابہ کرامؓ موسم کی تبدیلی کی بناء پر بیماری کا شکار ہوئے۔ حضرت عائشہؓ بھی بیمار پڑ گئیں، جب صحت یاب ہوئیں، تو ہر ماں کی طرح حضرت ام رومانؓ کو بھی بیٹی کی رخصتی کی فکر ہوئی، ویسے بھی مدینہ آئے ہوئے سات ماہ ہو چکے تھے۔ صاحبزادی کی عمر 9 سال ہو چکی تھی۔ اور آپؓ بالغ بھی ہو چکی تھیں۔ ایک دن ام رومانؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ " آپؓ اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ سے بات کریں۔"

رخصتی:۔

ایک دن حضور پر نور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے، اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ اپنی اہلیہ کو اپنے گھر لے آئیے" حضور اکرم ﷺ کے چہرے مبارکہ پر مسکراہٹ آجاتی ہے، فرماتے ہیں "ابو بکر میں بھی یہ ہی چاہتا ہوں، لیکن میرے پاس تو مہر کی رقم نہیں ہے" ابو بکر صدیقؓ نبی برحق ﷺ کی اس بات پر فرماتے ہیں "اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، میرے پاس جو کچھ ہے وہ آپ ﷺ ہی کا تو ہے" آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ سے مہر کی رقم 500 درہم ادھار لے کر حضرت عائشہؓ کو بھجوا دیتے ہیں۔ 9 سالہ حضرت عائشہؓ گھر سے باہر سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی ہیں کہ والدہ نے آواز دی۔ فرمابردار بیٹی نے ماں کی آواز پر لبیک کہا، بیٹی کو گھر پر لا کر منہ دھلایا، کنگھی کی، تیار کیا، انصار کی صحابیاتؓ گھر میں موجود ہیں، دلہن جب تیار ہو کر اندر داخل ہوتی ہے، تو سب خیر و برکت کی دعاؤں کے ساتھ ان کا استقبال کرتی ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آتے ہیں۔ سسرال میں نبی برحق ﷺ کی ضیافت دودھ کے پیالے سے کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ تھوڑا سا دودھ پی کر اپنی دلہن عائشہؓ کی جانب بڑھا دیتے ہیں۔ پیاری سی دلہن کو شرم آجاتی ہے۔ وہ ہچکچاتی ہیں، ساتھ میں بیٹھی ہوئی حضرت اسماء بنت زیدؓ فرماتی ہیں کہ "عائشہ یہ رسول اللہؐ کا تحفہ ہے، اسے لے لو" آپؓ شرماتے ہوئے پیالہ کو ہونٹوں سے لگا لیتی ہیں۔ اس طرح شوال یکم ہجری کو دن کے وقت آپؓ اپنے میکہ سے رخصت ہو کر کاشانہ حرم نبوتؐ میں رونق افروز ہوتی ہیں۔

امت کے لئے سبق:۔

اس سادہ اور خوبصورت شادی میں ہمارے لئے دو سبق پنہاں ہیں۔ ایک تو نبی کریم ﷺ کا مہر کی رقم کا پہلے سے دلہن کو پہنچانا۔ یہ ان لوگوں کے لئے سبق اور نصیحت ہے کہ جو مہر کی رقم کے آگے "عند الطلب" لکھوا کر یہ سوچتے ہیں کہ یہ دینا تھوڑی ہے، یا جب مانگے گی تو سوچیں گے۔ اب یہاں لمحہ فکریہ..... یہ ہے کہ کیا کوئی باوفا باوقار بچی مہر کی رقم مانگ سکتی ہے..... ظاہر ہے کہ نہیں..... یہ نوبت اس وقت آتی ہے کہ جب تعلقات خرابی کی انتہا تک پہنچ جائیں..... ورنہ

تو مرنے کے بعد ہم نے بیویوں کو مہر کی رقم معاف کرتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔ حالانکہ یہ عورت کا وہ حق ہے جو اللہ نے اسے دیا ہے اور شادی کی پہلی رات ہی اس کی ادائیگی لازم ہے۔

اس مقدس رخصتی میں دوسرا اہم نکتہ سادگی ہے۔ سادگی کا یہ خوبصورت اور سچا انداز ہماری زندگیوں میں خوشیاں اور آسانیاں پیدا کرسکتا ہے، کاش ہم سادگی کو اپنی تقریبات اور روزمرہ زندگی کا حصہ بنا سکیں۔

یادیں اور ذہانت:۔

حضرت عائشہؓ حضور اکرم ﷺ کے گھر اپنے ابتدائی دنوں کو یاد کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ "جب میں حضور ﷺ کے گھر آگئی تو آپ ﷺ کے گھر میں میری سہیلیاں اپنے گڑیاں لے کر مجھ سے کھیلنے آجایا کرتی تھیں۔ ایسے میں جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لاتے تو میری سہیلیاں شرم اور خوف کے باعث کسی مکان میں چھپ جایا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ جب یہ دیکھتے تو میرے خاطر انہیں اکھٹا کر کے لاتے اور ان سے کہتے کہ تم عائشہ کے ساتھ کھیلو۔" (صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ اپنے بچپن کے دنوں کو یاد کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ "ایک مرتبہ میں اپنے کھلونوں سے کھیل رہی تھی، کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے، میرے پاس گڑیوں کے علاوہ ایک گھوڑا تھا، جس کے دو پر تھے، آپ ﷺ نے اسے اٹھایا اور فرمایا "عائشہؓ! یہ کیا ہے؟" میں نے جواب دیا" یا رسول اللہ ﷺ یہ گھوڑا ہے" آپ ﷺ نے فرمایا کہ " گھوڑے کے تو پر نہیں ہوتے" میں نے بے ساختہ کہا کہ "یا رسول اللہ ﷺ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ جس کے پر تھے "میری اس حاضر جوابی پر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔"

حضرت عائشہؓ کی خوشی:۔

ایک مرتبہ ایک حبشی عورت گلی میں بچوں کو کھیل تماشا دکھا رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو خیال آیا کہ عائشہؓ دیکھ کر خوش ہوگی۔ آپ ﷺ نے پیار سے آواز دی "عویش، ادھر آؤ دیکھو، یہ کیا" حضرت عائشہؓ جلدی سے آئیں اور حضور ﷺ کی آڑ میں آپ ﷺ کے شانہ مبارک پر اپنے رخسار رکھ کر دیر تک یہ دلچسپ کھیل دیکھتی رہیں۔ کچھ دیر بعد حضور ﷺ نے پوچھا "عائشہؓ

بس یا اور دیکھو گی" انہوں نے فرمایا "یا رسول اللہ ﷺ ابھی اور دیکھوں گی" یہاں تک کہ آپ ﷺ تھک گئے لیکن آپ ﷺ نے اپنی پیاری اہلیہ کو منع نہیں کیا، اور اس وقت تک ایسے ہی کھڑے رہے جب تک حضرت عائشہؓ نے خود یہ نہیں کہا کہ "یا رسول اللہ ﷺ اب بس میں دیکھ چکی"۔

حضور ﷺ سے فرمائش:۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے عجیب فرمائش کر دی اور کہا کہ "یا رسول اللہ ﷺ آیئے ہم دونوں دوڑ لگاتے ہیں دیکھتے ہیں کون آگے نکلتا ہے۔" اس وقت حضرت عائشہؓ دبلی پتلی تھیں۔ اس لئے آپؓ، نبی کریم ﷺ سے آگے نکل گئیں۔ کچھ مدت کے بعد آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پھر دوڑ کی فرمائش کر دی۔ لیکن اس مرتبہ حضور اکرم ﷺ آگے نکل گئے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا بدن کچھ بھاری ہو گیا تھا۔ نبی برحق ﷺ نے ہنستے ہوئے فرمایا "عائشہؓ! یہ تمہارے پہلی مرتبہ آگے نکلنے کا بدلہ ہے۔"

شوہروں کے لئے پیغام:۔

یہ ہے شہنشاہ دوجہاں ﷺ کا تمام شوہروں کے لئے پیغام۔ اگر ہم اپنے گھر کو خوشیوں کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں، تو ہمیں اپنی رفیق حیات کے احساسات اور ان کی خوشیوں کا ایسے ہی خیال رکھنا چاہیے، جیسے ہمارے نبی ﷺ نے رکھا۔ کاش تمام مرد حضرات اپنی بیویوں کو ویسے ہی عزت واحترام اور خوشیاں دیں، جیسی نبی برحق ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اپنی بیویوں کو دی۔

آیات تیمّم کا نزول:۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں، کہ ہم ایک سفر پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب ہم وادی بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے (یہ وہی بیداء ہے کہ جسے آج کل وادی جن بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہاں ہمارے ایشیائی بھائی جنوں کے نام نہاد کرامات دیکھنے کے شوق میں اپنا کافی قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں) تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔

میں نے اس کی اطلاع فوری رسول اللہ ﷺ کو دی۔ آپ ﷺ نے ہار کی تلاش کے لئے

یہاں قیام فرمایا۔ دوسرے سب لوگ بھی ٹھہر گئے۔ مگر وہاں کہیں بھی پانی نہ تھا۔ لوگ میرے والد ماجد حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نہیں دیکھتے، کہ عائشہؓ نے کیا۔ کیا؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ میرے پاس آئے، اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھ کر محو استراحت تھے۔ صدیق اکبرؓ کہنے لگے، تم نے رسول اللہ ﷺ اور سب کو یہاں کیوں ٹھہرالیا؟ حالانکہ ان کے پاس پانی نہیں ہے، اور نہ ہی پانی اس جگہ پر دستیاب ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، کہ والد صاحب مجھ پر ناراض ہوئے اور جو اللہ کو منظور تھا (برا بھلا) کہا۔ نیز میری کوکھ میں ہاتھ سے کچوکے لگانے لگے۔ لیکن میں نے حرکت اس لئے نہیں کی، کہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک تھا۔ صبح کے وقت جب اس بے آب مقام پر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آیات تیمّم نازل فرمائیں۔ چنانچہ لوگوں نے تیمّم کرلیا۔ اس وقت حضرت اسید بن حضیرؓ نے کہا "اے آل ابو بکرؓ! تم لوگوں کے لئے سرمایہ ہو" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، کہ جس اونٹنی پر میں سوار تھی، جب جانے کے لئے اسے اٹھایا گیا تو ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔ (صحیح بخاری) صحابہؓ پانی نہ ہونے پر تیمّم کی اس نئی سہولت پر بڑے خوش تھے۔ اس طرح حضرت عائشہؓ رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے پانی میسر نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کرنے کی بابرکت آسانیوں کا باعث بنیں۔

واقعہ ایلا، آیات احزاب کا نزول:۔

جوں جوں مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہو رہی تھیں، ان کے مالی حالات بھی بہتر ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے گھر میں فقر و فاقہ اور عسرت عام تھی۔ بعض اوقات تو نوبت یہ آجاتی، کہ کئی کئی دن تک چولہا نہ جلتا، روزانہ کی یہ تنگی اور افلاسی، بعض دفعہ سخت پریشانی کا باعث بنتی۔ سیرت و کردار کی مضبوطی کے باوجود صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے کے قریب ہو جاتا۔ ایسے ہی ایک نازک لمحے میں ازواج مطہراتؓ نے نبی مکرم ﷺ سے اضافی رقم کا مطالبہ کر دیا۔ حضور ﷺ کو امہاتؓ کے اس مطالبہ پر شدید رنج ہوا، اور آپ ﷺ ناراض ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی۔ اور بالا خانے پر تنہا نشینی اختیار کر لی۔ اللہ بزرگ و برتر کو اپنے پیارے محبوب ﷺ کا اس طرح رنجیدہ اور پریشان ہونا پسند نہیں آیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 28 اور 29 دے کر بھیجا، جس میں اللہ

فرماتے ہیں کہ "اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو، کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو، تو آؤ، میں تمہیں کچھ دے دلا کر بہتر طریقے سے رخصت کر دوں، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور عاقبت کے گھر (یعنی بہشت) کی طلب گار ہو، تو تم میں سے جو نیکو کار ہیں، ان کے لئے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔" 29 ویں دن، اللہ کے رسول ﷺ سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس آئے، اور اللہ کا پیغام ان کے سامنے رکھا اور فرمایا "اے عائشہؓ! اللہ نے دونوں راستے بتا دیئے ہیں، جواب دینے میں جلدی نہ کرنا، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا۔" حضرت عائشہؓ بڑی معاملہ فہم، مضبوط قوت فیصلہ کی حامل انتہائی سمجھدار اور دور اندیش خاتون تھیں۔ فوراً ہی اندازہ کر لیا، کہ اللہ کو ازواج مطہراتؓ کی یہ بات پسند نہیں آئی۔

اس لئے اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہوئے فرمایا "یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس معاملے پر مشورہ کرنے اپنے والدین کے گھر جاؤں؟ میرے لئے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کافی ہیں۔ میں اللہ اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔" حضرت عائشہؓ کا یہ جواب سن کر اللہ کے رسول ﷺ کو وہ وقت یاد آ گیا، کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا تھا کہ "اے ابوبکرؓ! اللہ کی راہ میں دینے کے لئے سب کچھ لے آئے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟" تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جواب تھا "ہمارے لئے اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ ہی کافی ہیں۔" آج صدیق اکبرؓ کی بیٹی کے منہ سے یہ ہی الفاظ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ ان کے بعد دیگر ازواج مطہراتؓ نے بھی اپنے ناپسندیدہ مطالبے پر شرمندہ ہوتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رفاقت ہی کو اپنے لئے پسند اور قبول فرمایا۔

آج ہماری تمام بہنیں اور بیٹیاں اماں عائشہؓ اور تمام ازواج مطہراتؓ کی طرح صبر وقناعت و شکر کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کو اپنی رضا سمجھ لیں تو، ان کا دنیاوی گھر بھی جنت نظیر ہو گا، اور جنت میں تو اللہ نے ایک بڑے انعام کا وعدہ کر ہی رکھا ہے۔

دردناک واقعہ اور اللہ کی طرف سے براٗت کا اعلان:۔

واقعہ افک سیرت اور احادیث کی کتابوں میں نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ یہاں

اس دردناک واقعہ کی مختصر اُتفصیل پیش ہے۔ 5 ہجری کی بات ہے، نبی کریم ﷺ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی سرکوبی کے بعد جنگی قیدیوں اور مال غنیمت کے ساتھ واپس ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہؓ تو ساتھ تھیں، لیکن رئیس المنافق عبداللہ بن ابی بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ شامل تھا۔

رات میں ایک جگہ پڑاؤ پڑا، تو پچھلے پہر اندھیرے میں حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کے لئے گئیں۔ واپسی پر ان کے گلے کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ جس کے موتی ڈھونڈ کر جمع کرنے میں دیر لگی، اسی اثناء میں اسلامی لشکر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ کیونکہ آپؓ ایک کم سن اور ہلکی پھلکی لڑکی تھیں۔ اس لئے ہودج اٹھانے والوں کو احساس ہی نہ ہوا۔ اور انہوں نے ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔ آپؓ جب وہاں پہنچیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ آپؓ اپنی چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں۔ حضرت صفوانؓ، جو اسلامی لشکر کے پیچھے رہتے تھے، صبح کے وقت ان کے قریب پہنچے۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھ کر انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حضرت صفوانؓ نے انہیں اونٹ پر بٹھایا، اور خود نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے، اور دوپہر کے وقت اسلامی لشکر سے جا ملے۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھیوں کو موقع ملا، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگا کر چرچا کرنا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں حضرت عائشہؓ بیمار پڑ گئیں۔ جب بیماری سے افاقہ ہوا، اور اس تہمت کا علم ہوا، تو اپنی والدہ کے گھر چلی گئیں۔ والدہ نے تسلی دی، ایک دن ایک انصاری عورت گھر آئی، اور اس تہمت کا ذکر کرنے لگی۔ حضرت عائشہ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ " کیا رسول اللہ ﷺ اور میرے والد کو یہ بات پتا ہے؟" اس نے کہا، کہ "ہاں" یہ سن کر معصوم حضرت عائشہ صدیقہؓ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ہوش آیا تو انتہائی سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔

والدہ حضرت ام رومانؓ نے ان کے اوپر لحاف ڈال دیا۔ یہ وہ وقت تھا، کہ جب حضرت عائشہ صدیقہؓ ہر وقت روتی رہتی تھیں۔ یوں لگتا تھا، کہ روتے روتے ان کا کلیجہ پھٹ جائیگا۔ نہ آنسو تھمتے تھے، اور نہ نیند آتی تھی، اس طرح بھوکے پیاسے کئی دن گزر گئے۔ اسی اثناء میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے حضرت عائشہؓ کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت زینبؓ نے کہا "اللہ کی قسم میں ان میں بجز بھلائی کے کچھ اور نہیں جانتی"۔

حضرت بریرہؓ سے جب پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا "میں عائشہ کو اس طرح بے عیب جانتی ہوں، جس طرح جوہری خالص سونے کی ڈلی کو بے عیب جانتا ہے۔" ایک دن حضور ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے کچھ نصیحت آمیز کلمات کہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ "اگر میں یہ کہوں کہ میں بری ہوں، تو آپ لوگ مجھے سچا نہ سمجھیں گے، اور اگر میں اقرار کرلوں، حالانکہ اللہ جانتا ہے، کہ میں بری ہوں، تو آپ لوگ مجھے سچا سمجھیں گے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی اور آپ لوگوں کی مثال یوسف علیہ السلام کے باپ کی مثال سمجھتی ہوں۔ میں بھی ان کی طرح صبر کرتی ہوں۔ اللہ ہی میرا مددگار ہے۔" یہ کہہ کر حضرت عائشہؓ روتے ہوئے منہ پھیر کر لیٹ گئیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی آیات نازل فرما کر حضرت عائشہؓ کو اس تہمت سے بری کر دیا۔ (صحیح بخاری)۔

قانون حدود کا نفاذ:۔

سورہ نور کی ان ہی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے ایسے جھوٹے بہتان کے لئے قانون وضع کر دیا، تاکہ آئندہ مسلمان بچیوں، بہنوں اور بیٹیوں پر بلا ثبوت بہتان اور تہمت لگانے والے اللہ کے قانون کی پکڑ میں آسکیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی معصومیت، پاکیزگی اور برأت کا اعلان، اماں عائشہؓ کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے، جو دنیا کی کسی اور عورت کو میسر نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ نے آیات برأت کے نزول کی تصدیق کرتے ہوئے مبارک باد دی، تو اماں عائشہؓ نے فرمایا کہ "میں ماں، باپ یا اپنے شوہر کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے اس ذات کا شکریہ ادا کرونگی جس نے میری پاک دامنی کی گواہی دی۔" یوں اماں عائشہؓ کی وجہ سے اللہ نے رہتی دنیا تک کے لئے حدود سے متعلق بہت سے قانون وضع کر دیئے۔

شعبان کی پندرہویں رات:۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ نبی برحق ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں آرام فرما رہے تھے۔ کچھ دیر بعد جب آپ ﷺ کو یہ یقین ہوگیا، کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سو چکی ہیں، تو

آپ ﷺ آہستہ سے گھر سے باہر نکلے، اور جنت البقیع جا پہنچے۔ حضرت عائشہؓ اس وقت جاگ رہی تھیں۔ آپؓ کو تجسس ہوا کہ معلوم کروں، اس اندھیری رات میں حضور ﷺ کہاں جا رہے ہیں، لہٰذا اپنی چادر اوڑھی اور آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے قبرستان جا پہنچیں۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ واپس ہوئے۔ حضرت عائشہؓ تیز تیز چلتے ہوئے جلدی سے اپنے بستر پر آکر لیٹ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ کی سانس پھولی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" عائشہؓ! کیا بات ہے، تم گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟" انہوں نے کہا، کہ " کچھ بھی نہیں"۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم نہیں بتاؤ گی تو لطیف وخبیر (اللہ) مجھے بتا دے گا" اس پر حضرت عائشہؓ نے اصل قصہ سنا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "تم نے یہ خیال کیا تھا، کہ اللہ اور رسول ﷺ تمہاری حق تلفی کریں گے۔ بات یہ ہے کہ میرے پاس جبریلؑ آئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع قبرستان جائیں، اور وہاں مدفون لوگوں کے لئے استغفار کریں میں نے تمہیں اس لئے جگانا مناسب نہ سمجھا کہ تم گھبرا جاؤ گی۔"

(مسلم۔ ترمذی۔ احمد)

مورخین نے لکھا کہ یہ واقعہ 15 شعبان کی شب پیش آیا۔ اس واقعہ میں میاں بیوی کے باہمی تعلقات، احترام، اعتماد اور آپس میں لازوال پیار و محبت کی خوبصورت عکاسی ہے۔ اگر تمام مسلمان شوہر اپنی بیویوں سے حقیقی محبت و پیار کرتے ہوئے، ان کے آرام میں خلل پڑنے، اور ان کے بے وقت جاگ جانے، خوف زدہ ہو جانے، اور گھبرا جانے کی ایسی ہی فکر کریں، تو یہ مقدس رشتے ہمیشہ کے لئے امر ہو جائیں۔ اور ایسے خوبصورت و پاکیزہ جوڑوں کو فرشتے سلام کریں۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ جنت میں نیک میاں بیوی ہمیشہ ایک ساتھ رہیں گے۔

مسجد عائشہؓ سے عمرہ:۔

حجۃ الوداع میں حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی دیگر ازداج مطہراتؓ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا، تو آپؓ نے خوشبو لگائی۔ حضور اکرم ﷺ جب مقام سرف پر پہنچے، تو حضرت عائشہؓ ایام سے ہو گئیں۔ جب حضور ﷺ اندر تشریف لائے، تو آپؓ رو رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا" اے

عائشہؓ! یہ تو اللہ نے آدم کی تمام بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے، تم وہ سب کام کرو جو حاجی کرتا ہے، البتہ جب تک ایام سے ہو، نہ طواف کرنا، اور نہ حرم شریف جانا۔" حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حج کے تمام مناسک ادا کئے، اور جب ایام کے دن ختم ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے بھائی عبداللہؓ کے ساتھ تنعیم بھیج دیا۔ جہاں سے انہوں نے احرام کی نیت کی۔ آج کل سعودی حکومت نے یہاں ایک بڑی اور خوبصورت مسجد بنا دی ہے، جس کا نام مسجد عائشہؓ ہے۔ یہاں احرام باندھنے اور غسل کرنے کے خصوصی انتظامات موجود ہیں۔ جہاں سے باہر سے آئے ہوئے معتمرین نفلی عمرے کا احرام باندھتے اور نیت کرتے ہیں۔

حجرہ مبارک:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت آتی جا رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر تمام ازواجؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہجرے میں قیام کی اجازت دے دی تھی۔ وصال سے کچھ دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا " اے عائشہؓ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ سے بدگمان ہو کر ملے گا؟ جاؤ، اور ان کو خدا کی راہ میں خیرات کر دو "وفات سے کچھ دیر قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ سے مسواک لے کر اور اسے چبا کر نرم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حالت میں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کے سینے سے لگا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ کے ہجرے ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بڑے فخر سے یہ بات کہتی تھیں، کہ ازواج مطہراتؓ میں مجھے اس بات پر فخر ہے کہ آخر وقت میں میرے لعاب دہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گود میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اور میرے ہی ہجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؓ نے 48 سال بیوگی کی حالت میں گزارے۔ آپؓ اسی حجرے میں رہتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال

کے دو سال بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہوگیا۔ ان کی تدفین بھی حضرت عائشہؓ ہی کے حجرے میں ہوئی۔ پھر بھی آپؓ حجرے کے شمالی کونے میں بدستور رہتی رہیں۔ درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی آپؓ فرمایا کرتی تھیں کہ "ایک میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد محترم"۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے 13 سال بعد، یکم محرم 24 ہجری کو حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوئے، تو حضرت عمرؓ کی خواہش اور درخواست پر، آپؓ نے حجرے میں اپنی تدفین کے لئے رکھی گئی جگہ، حضرت عمر فاروقؓ کو دے دی، اور فرمایا "میں عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔" لہٰذا روضہ اطہرؐ کے اندر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے برابر میں حضرت عمر فاروقؓ مدفون ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ محرم نہیں تھے۔ لہٰذا اماں عائشہؓ نے حجرے کے اندر اپنے رہائشی حصے اور قبور مبارکہ کے درمیان دیوار بنوادی تھی۔

نامحرم سے پردے کا پیغام:۔

اس طرح آپؓ نے رہتی دنیا تک کی خواتین کے لئے نامحرم سے پردہ اور احترام کا لازوال پیغام دیا۔ آپؓ اپنی وفات تک ہجرے کے شمالی حصے ہی میں مقیم رہیں۔ آپؓ نے اپنی زندگی کے 58 سال اسی ہجرے میں گزارے۔ آج بھی اصل ہجرے میں تینوں قبور مبارکہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ جنکے گرد پنج گوشہ قد آور دیوار ہے۔ جس میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ کے اس حجرے میں حضرت عمر فاروقؓ کے برابر میں ایک جگہ خالی ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰؑ کی تدفین ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ "قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ آسمان سے زمین پر اتریں گے۔ وہ 45 سال تک زندہ رہیں گے۔ وہ یہاں شادی کریں گے۔ ان کے یہاں اولاد ہوگی۔ اور قیامت کے دن میں، عیسیٰؑ، ابوبکرؓ اور عمرؓ اکھٹے اٹھیں گے۔ (مشکوۃ شریف) اماں عائشہ صدیقہؓ کے لئے یہ کتنے بڑے اعزاز کی بات ہے، کہ آپؓ کے ہجرے سے دو جلیل القدر پیغمبر، اور دو عظیم المرتبت صحابہ رسول ﷺ قیامت میں ایک ساتھ اللہ کے حضور پیش ہونگے۔

گنبد خضرا:۔

حجرہ مبارک کی پنج گوشہ دیوار کے اطراف تین میٹر کے فاصلے سے لوہے اور پیتل کی خوبصورت سبز اور سنہری جالیوں سے حد بندی کی گئی ہے، جسے مقصورہ شریف کہتے ہیں۔

ہجرے شریف کی دیواروں پر ہرے رنگ کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ترکی کے سلطان محمود نے 1233 ہجری 1818 میں ہجرے شریف پر گنبد بنوایا۔ اوراس نے 1255 ہجری 1839ء میں اس پر پہلی بار سبز رنگ کروایا۔جس کی وجہ سے یہ "گنبد خضرا" کہلانے لگا۔

جنگ جمل:۔

جنگ جمل اسلامی تاریخ کا ایک افسوس ناک واقعہ ہے۔جس میں دونوں طرف سے بہت سی قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا۔اماں عائشہؓ جب تک حیات رہیں، اس واقعہ پر افسوس کرتی رہیں۔اس جنگ کو یاد کر کے آپؓ آبدیدہ ہو جاتیں، اور اکثر کہا کرتیں، کہ "اے کاش! میں اپنے گھر سے نہ نکلتی، اے کاش! میں بیس سال پہلے فوت ہوگئی ہوتی۔" حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپؓ ہمیشہ ان کا ذکر بڑے اچھے الفاظ میں کیا کرتیں، انکی اسلامی خدمات کوخراج تحسین پیش کرتیں۔ اوران کے لئے بے انتہا دعائیں کرتیں۔

سیدہ عائشہؓ کی خدمات:۔

اماں عائشہؓ کی علمی خدمات لامحدود ہیں، اختصار کے ساتھ چند بنیادی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے امت کی معلمی کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر اپنے آپ کو امت کی تعلیم وتربیت کے لئے وقف کر دیا تھا۔علمی حیثیت سے انہیں تمام ازواج مطہراتؓ اور چند ایک کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرامؓ پر فوقیت حاصل تھی۔جلیل القدر صحابی، حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں، کہ ہم صحابہ رسولؐ کو ایسی مشکل کبھی پیش نہیں آئی، جس کو ہم نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا ہو، اوران کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں۔ (ترمذی) عطا تابعیؒ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ فقیہہ، صاحب علم اور سب سے زیادہ صائب الرائے تھیں۔ (مستدرک حاکم)

حضرت عمروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، طب، تاریخ، اورنسب کا عالم سیدہ عائشہؓ سے بڑھ کرکسی کونہیں دیکھا۔ (زرقانی)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی تعلیمات واقدامات تمام امت مسلمہ کے لئے عمل وہدایت کا بہترین سرچشمہ ہیں۔ لیکن طبقہ نسواں کے لئے آپؓ کے عظیم احسانات ہیں۔ آپؓ نے خواتین کے سلسلے میں قرآن وحدیث کے احکامات کوامت مسلمہ میں عام کرنے، اوران کے باہمی، خانگی معاملات میں شعور پیدا کرنے میں نہایت اہم کردارادا کیا۔ حضرت عائشہؓ کواس بات کاادراک تھا کہ عورت اسلام سے پہلے انسانی معاشروں میں عزت واحترام اوراپنے بنیادی حقوق سے محروم رہی ہے۔ اوراب اسلام ہی صرف وہ دین فطرت ہے کہ جس نے عورت کوذلت کی دلدل سے نکال کرعزت واحترام کے اعلیٰ درجوں پر فائز کیا۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے طرزعمل سے پوری دینا پر یہ ثابت کردیا، کہ ایک مسلمان عورت دنیا کے کسی بھی شعبے میں مردوں سے پیچھے نہیں ہے۔ چند فطری پابندیوں کے باوجوداسلام عورت کومکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے، کہ حضرت عائشہؓ، اگرہمیں غزوات کے میدانوں میں مجاہدین اسلام کے شانہ بشانہ مشرکین کے ساتھ بھی نبرد آزما نظر آتی ہیں، تو طب کے میدان میں ضرورت مندوں کا علاج کرتی ہوئی بھی۔ دینی معاملات پرامت کی صحیح رہنمائی کے لئے فتوے جاری کرتی ہوئی بھی نظرآتی ہیں، توحج میں منیٰ، مزدلفہ اورعرفات میں پردے کی اوٹ سے حاجیوں کی تعلیم وتربیت کرتی ہوئی بھی، نبی برحق ﷺ کے اقوال وافعال کودرست پس منظر میں سیاق وسباق کے ساتھ بیان کرتی نظرآتی ہیں، توخواتین اوربچیوں کوقرآن وحدیث کی تعلیم دیتی اور حضوراکرم ﷺ کی بیان کردہ احادیث کودرست انداز میں تصیح کرتی نظرآتی ہیں۔

حقوق نسواں:۔

غرض کہ، اماں عائشہؓ کی حیات طیبہ کاایک ایک لمحہ، امت اورخاص طورپرطبقہ نسواں کے حقوق وفرائض کی علمبرداری اور تعلیم وتربیت کے لئے وقف تھا، اوراس معاملے میں سخت ترین موقف اختیار کرتی تھیں۔ ان کی اس جہد مسلسل کے نتیجے میں خواتین میں برتری کا احساس اجاگر ہوا، اوران میں بے پناہ قوت عمل بیدارہوئی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ہمیں تاریخ اسلام میں ایسی بے شمار

خواتین نظر آتی ہیں، جنہوں نے علم وعمل دونوں میدانوں میں عظیم کارہائے انجام دیئے۔

لہٰذا تمام بہنوں، بیٹیوں اور خاص کر حقوق نسواں کی علمبردار بچیوں کو چاہیے کہ زندگی میں ایک بار ضرور سیرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا بغور مطالعہ کریں۔ ہمیں یقین ہے، کہ یہ مطالعہ، ان کی حقوق نسواں کی جدوجہد کو صحیح اور مثبت سمت پر گامزن کرنے میں نہ صرف معاون و مددگار ہوگا، بلکہ انشاءاللہ کامیابی کا سرخیل بھی ہوگا۔

احادیث:۔

اماں عائشہ صدیقہؓ بہت بڑی عالمہ، محدثہ، مفسرہ اور فقیہہ خاتون تھیں ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے جن میں 174 احادیث بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہیں۔ 54 احادیث ایسی ہیں کہ جو بخاری شریف میں ہیں۔ 68 احادیث کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔ باقی حدیثیں دیگر احادیث کی کتابوں سے مذکور ہیں۔ آپؓ نہایت عبادت گزار، متقی اور پرہیزگار تھیں۔ تہجد کی نماز اور چاشت کی نماز کبھی نہیں چھوڑتی تھیں۔ اکثر روزے رکھتی تھیں جب تک حیات رہیں، باقاعدگی سے ہر سال حج کرتی تھیں۔ آپؓ کو 48 مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کی واحد کنواری رفیق حیات تھیں۔ آپؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 ہے۔

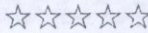
وصال مبارک:۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی زندگی کے آخری 18 سال حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں گزارے۔ اس پورے دور میں آپؓ نہایت تندہی کے ساتھ امت کی اصلاح، درس و تدریس اور تربیت نسواں میں مصروف عمل رہیں۔ آخر کار چند دن کی بیماری کے بعد 17 رمضان المبارک 58 ہجری کی رات آپؓ اپنے رب سے ملنے آخری سفر پر روانہ ہوگئیں۔ اس وقت آپؓ کی عمر مبارک 67 سال تھی۔ آخر وقت میں آپؓ نے کچھ وصیتیں فرمائیں۔ لوگوں کا مشورہ تھا کہ آپؓ کو حجرہ شریف میں حضور ﷺ کے پیروں کی جانب خالی جگہ پر دفن کر دیا جائے۔

لیکن آپؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے دوسری ازواج مطہراتؓ کے ساتھ رات کی تاریکی میں جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ مدینہ منورہ کے امیر حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یوں امت مسلمہ ایک عظیم روحانی ماں کے مقدس سائے کی نعمت سے محروم ہوگئی۔

اس وقت امہات المومنینؓ میں صرف حضرت ام سلمہؓ حیات تھیں۔ آپؓ نے اس موقع پر فرمایا" عائشہؓ کے لئے جنت واجب ہوگئی، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سب سے پیاری اہلیہ تھیں۔

اماں عائشہؓ کی حیات طیبہ کو چند صفحوں پر محیط نہیں کیا جا سکتا۔ اب تک ہزاروں مورخین اور مصنفین نے آپؓ کی سیرت مبارکہ پر بہت کچھ لکھا۔ ہزاروں کتابیں امت کی رہنمائی کے لئے موجود ہیں لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔



☆☆☆☆☆

(چوتھی زوجہ رسول ﷺ)

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ

جنکے بارے میں حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ یہ کثیر الصیام اور قائم اللیل ہیں اور جنت میں آپ ﷺ کی زوجہ ہونگی

فاروق اعظمؓ کی فکر مندی:۔

امام الانبیاء، سید المرسلین، رحمت دو جہاں، سرکار دو عالم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ بوجھل قدموں کے ساتھ بارگاہ رسالت میں تشریف لاتے ہیں۔ نبی محترم ﷺ اپنے جانثار رفیق کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں " کیا بات ہے عمر کچھ افسردہ لگتے ہو؟ "یارسول اللہ ﷺ میری بیٹی حفصہؓ بیوہ ہوگئی ہے۔ مجھے اس کی شادی کی فکر ہے۔ میں نے عثمانؓ سے بات کی، تو انہوں نے منع کر دیا۔ میں نے ابوبکرؓ سے بات کی، تو انہوں نے سنی ان سنی کر دی۔ اپنے پیارے ہم دم، رفیق کو آزردہ اور فکر مند پایا، تو نبی مکرم ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا" عمرؓ! تم کیوں فکر کرتے ہو! تمہاری بیٹی کی شادی ایسے شخص سے نہ کردی جائے جو ابوبکرؓ اور عثمانؓ سے بہتر ہو، اور عثمانؓ کی شادی ایسی خاتون سے کردی جائے، جو تمہاری بیٹی سے بہتر ہو"۔ نبی محترم ﷺ کے ان محبت بھرے حوصلہ مندانہ الفاظ نے دل کی اداسی کو اطمینان وسکون کی روح پرور کیفیت میں تبدیل کر دیا۔ چہیتی بیٹی کے بیوہ ہونے پر اس قدر مغموم وفکر مند ہونے والے یہ والد بزرگوار نبی اکرم ﷺ کے جانثار، وفا شعار ساتھی، جلیل القدر صحابی، حضرت عمر فاروقؓ ہیں،

کہ جن کے اسلام لانے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے خود دعا فرمائی۔ جنکی شجاعت و بہادری کا یہ عالم، کہ کلمہ پڑھتے ہی فرما دیا "یارسول اللہ ﷺ اب ہم چھپ کر نہیں، بلکہ علی الاعلان کعبۃ اللہ میں نماز پڑھیں گے۔ اور پھر جب با جماعت نماز پڑھنے حرم کعبہ پہنچے، تو کفر کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا۔ کفار مکہ لرز اٹھے۔ نعرہ تکبیر کی روح پرور صداؤں نے مکہ کے پہاڑوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ خانہ کعبہ کے اندر رکھے مشرکین کے پتھروں کے خدا زمین بوس ہو گئے۔ عمرؓ و حمزہؓ کی چمکدار تلواریں، دشمنان اسلام کو خون میں نہلانے کے لئے بے قرار تھیں۔ پورے حرم میں سناٹے کا راج تھا۔ یہ وہی حرم تھا کہ جہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہزاروں کی تعداد میں مشرکین جمع تھے۔ لیکن اب عمرؓ کے خوف نے ابوسفیان سمیت سب کو گھروں میں بند ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اللہ کی کبریائی اور وحدانیت کے ایمان افروز نعروں نے آسمان پر موجود فرشتوں کو بھی حیران کر دیا۔ ارض وسمانے ایسا ایمان افروز منظر بہت عرصہ بعد دیکھا تھا کہ جب چند سر فروشان اسلام، حرم کعبہ میں اپنے رب ذوالجلال کے حضور سر بسجود ہیں۔ حرم کے در و دیوار ان مجاہدین ملت کی جراتوں کو سلام کرنے لگے اور ملائیکہ حضور پرنور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے لگے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "عمرؓ کو دیکھ کر شیطان بھی راستہ بدل کر بھاگ جاتا ہے"۔

مدینہ ہجرت کا ایمان افروز واقعہ:۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو گلے میں تلوار حمائل کی، پہلو میں نیزہ باندھا، پشت پر ترکش لگایا، ہاتھوں میں کمان لی اور گھوڑے پر سوار ہو کر بیت اللہ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت تمام دشمنان اسلام اپنی مخصوص جگہوں پر اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ حرم مشرکین سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اطمینان کے ساتھ پہلے خانہ کعبہ کا سات بار طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی۔ سورج کی سنہری کرنوں میں چمکتی ہوئی تیز دھار تلوار کو اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑا پھر حلقہ مجلس میں کھڑے ہو کر بلند آواز میں فرمایا۔ "تمہارے چہرے مسخ ہو جائیں، اللہ تمہاری ناک خاک آلود کر دے، تم میں سے جو شخص چاہتا ہے

کہ اپنی ماں کو اپنے پیچھے روتا ہوا چھوڑے، اپنی بیوی کو بیوہ بنائے، اور اپنے بچوں کو یتیم کہلائے، وہ حرم کے باہر مجھ سے نبرد آزما ہو جائے۔" حضرت علی مرتضیٰؓ بیان فرماتے ہیں کہ اہل قریش میں سے کسی کی بھی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ ان کا تعاقب کرے البتہ کچھ کمزور مسلمان ضرور ہجرت کے لئے ان سے آملے۔ وہی عمرؓ آج اپنی لخت جگر کی شادی کے لئے فکر مند و آرزدہ ہیں۔

بیٹیاں معصوم اور حسین پھول:۔

یہ سچ ہے کہ بیٹیاں وہ معصوم، نرم و نازک اور حسین پھول ہوتی ہیں کہ جن کے مرجھائے ہوئے چہرے دیکھ کر دلیر سے دلیر شخص کے اندر بھی ضعف اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت عمر فاروقؓ نے امت مسلمہ کے تمام والدین کو یہ پیغام بھی دیا ہے کہ بیٹیوں کے لئے جلد اچھے اور مناسب رشتوں کی تلاش و جستجو اور فکر کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔

حضورﷺ سے نکاح:۔

ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے، کہ حضور اکرمﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کردیا، اور پھر 3 ہجری ماہ شعبان کے ایک پررونق و متبرک دن، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کا نکاح سرکار دو عالمﷺ کے ساتھ کردیا۔ آپﷺ نے حق مہر 400 درہم حضرت حفصہؓ کو ادا کئے۔ یوں حضرت حفصہؓ کا شانہ حرم نبویﷺ میں شامل ہو کر ام المومنینؓ کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئیں، کہ جہاں فرشتے بھی عزت واحترام کے ساتھ ہاتھ باندھے، نگاہیں جھکائے، شرف بازیابی کے منتظر ہوتے ہیں۔

اس نکاح کے بعد ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا" عمر! میں جانتا ہوں کہ اس دن میرے جواب نہ دینے پر تم کو رنج اور دکھ ہوا ہوگا، لیکن میں مجبور تھا۔ حضورﷺ ایک دن مجھ سے حفصہؓ کا ذکر کر چکے تھے اور میں اس وقت حضورﷺ کا یہ راز افشا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ مجھے اس نکاح پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو گلے لگالیا اور دل صاف ہو گئے۔

بعض اوقات بہن بھائیوں، عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں، ساتھیوں اور ساتھ کام کرنے والوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتیں یا غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو دلوں میں دوریاں پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایسی تمام باتوں کی وضاحت کر لی جائے۔ تاکہ دلوں کا میل دور ہوں، اور دل صاف ہو جائیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہے"۔

ولادت اور نام ونسب:۔

حضرت حفصہؓ کی ولادت 5 قبل نبوت، اس زمانے میں ہوئی، کہ جب اہل قریش خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کر رہے تھے اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود نصب فرما کر قریش سردار ں کے درمیان بدترین خونی جنگ کے امکانات کو ختم فرما دیا تھا۔ حضرت حفصہؓ نے قبیلہ بنی عدی کے جس خاندان میں آنکھ کھولی وہ خاندان اپنی شجاعت و بہادری جرات و بے باکی و بے خوفی کے سبب پورے قریش میں بڑی عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ آپؓ کے والد حضرت عمر فاروقؓ ایک جری بہادر اور قبیلے کی ممتاز ترین شخصیات میں سے تھے۔ آپؓ قریش کے ان سترہ افراد میں سرفہرست تھے کہ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضرت حفصہؓ کا سلسلہ نسب یوں ہے، حفصہ بنت عمرؓ ابن خطاب، بن نفیل، بن عبد العزیٰ، بن رباع، بن عبداللہ، بن قرط، بن رزاح، بن عدی، بن لوئی، بن فہر، بن مالک۔ آپؓ کی والدہ کا نام زینب تھا جو خود بھی صحابیہ تھیں اور مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔

پہلا نکاح:۔

حضرت حفصہؓ کا پہلا نکاح خاندان بنو سہم کے ایک فرزند حضرت خنیسؓ بن حذافہ سے ہوا۔ دونوں میاں بیوی آغاز اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ بعد ازاں مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، اور مدینہ کے قریب بستی "قبا" میں رہائش اختیار کی۔ حضرت حفصہؓ کے شوہر حضرت خنیسؓ

ایک نڈر اور بہادر مسلمان تھے۔ آپؓ کی شہادت کے بارے میں سیرت نگار مختلف رائے رکھتے ہیں۔ کچھ کے نزدیک غزوہ بدر میں زخمی ہو کر شہید ہوئے اور کچھ کی رائے یہ ہے کہ غزوہ بدر میں شریک تو ہوئے لیکن غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ بہر حال یہ بات طے ہے کہ آپؓ غزوہ میں کفار سے لڑتے ہوئے زخمی ہوئے، اور ان شدید زخموں کی تاب نہ لا کر کچھ ماہ بعد مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے۔ اس طرح عدت کی مدت پوری ہونے کے بعد حضرت حفصہؓ حضور اکرم ﷺ کے عقد میں آئیں۔

مزاج میں تیزی:۔

حضور اکرم ﷺ سے نکاح کے وقت حضرت حفصہؓ کی عمر 22 سال تھی۔ حضرت حفصہؓ یوں تو بڑی ہنس مکھ خاتون تھیں لیکن ان کے مزاج میں تیزی کے بارے میں اہل سیر متفق ہیں۔ مزاج کی یہ تیزی ان کی خاندانی خصوصیات میں سے ہے وہ حضرت عمرؓ جیسے جاہ وجلال، رعب ودبدبے کے حامل صحابی کی بیٹی تھیں۔ نڈر باپ کی بیٹی میں کچھ تو اثر پدری آئے گا۔ مزاج کی اسی تیزی کی بناء پر بعض اوقات نبی محترم ﷺ کے ساتھ بھی بے باکی سے گفتگو کر لیا کرتی تھیں۔ لیکن حضور ﷺ سراپا محبت اکثر ان تلخیوں کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے تبسم فرما کر گھر کے ماحول کو محبت و پیار میں تبدیل کر دیا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو ذرا برابر بھی وقعت نہیں دیتے تھے۔ اسلام نے انہیں عزت وقار اور بلند درجہ دیا، اور قرآن میں ان کے متعلق آیتیں اتاریں، تو ان کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوا (صحیح بخاری)

سیدہ حفصہؓ پر عمر فاروقؓ کی ناراضگی:۔

۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی کام میں مصروف تھا، کہ کسی بات پر میری زوجہ نے مجھے مشورہ دیا، مجھے بڑا برا لگا، اور میں نے اس سے کہا، کہ تم کون ہوتی ہو، مجھے مشورہ دینے والی۔ اس پر اس نے مجھ سے کہا کہ "اے ابن خطاب! مجھے حیرت ہے، کہ تم کو میری چھوٹی سی بات اتنی ناگوار گزری، لیکن خود تمہاری صاحبزادی رسول اللہ ﷺ کو برابر کے جواب دیتی

ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں۔" بیوی کی یہ بات سن کر مجھے بڑی حیرانی بھی ہوئی اور دکھ بھی ہوا۔ میں نے اپنی چادر اٹھائی اور غصے کی حالت میں بیٹی کے گھر پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ "اے حفصہؓ! میں نے سنا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو برابر کے جواب دیتی ہو اور تیز مزاجی کا مظاہرہ کرتی ہو" حفصہؓ نے کہا کہ "جی ہاں ابا حضور! ہم گھریلو معاملات میں آپ ﷺ سے سوال جواب کر لیتے ہیں۔" میں نے بیٹی کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ "خبردار! میں تمہیں اللہ کے عذاب اور رسول اللہ ﷺ کے غضب سے ڈراتا ہوں، اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لب کشائی نہ کیا کرو، اور تم عائشہؓ کی ریس نہ کیا کرو، اس کا باپ تمہارے باپ سے بہتر، اور وہ تم سے بہتر ہے۔"

اللہ کی جانب سے تنبیہ:۔

سورۃ تحریم اور سورۃ احزاب میں نبی مکرم ﷺ کے گھریلو معاملات اور اس حوالے سے امہات المومنینؓ کا حضور ﷺ کے ساتھ بحث وتکرار اور اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سخت الفاظ میں تنبیہ کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ سب امہات المومنینؓ کو یہ اختیار دیدیا، کہ "اگر وہ دنیا کی عیش وعشرت چاہتی ہیں، تو اللہ کے محبوب ﷺ انہیں رخصت فرما دیں گے، اور اگر اللہ اس کے رسول ﷺ اور آخرت کی طلبگار ہیں، تو ان کے لئے اجر عظیم ہے" دوسری ازواج مطہراتؓ کی طرح ام المومنین حضرت حفصہؓ نے بھی دنیا کی عیش وعشرت کے بجائے، اللہ اس کے رسول ﷺ اور آخرت میں عظیم انعام ہی کو اپنے لئے بہتر اور افضل پایا۔

توکل علی اللہ:۔

سرکار دو عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "فقر، میری شان ہے" آپ ﷺ کا گھر، یعنی ازواج مطہراتؓ کے ہجرے، انداز رہائش دیکھ کر اندازہ ہو جاتا تھا، کہ فقر وفاقے کے ساتھ، درویشانہ انداز میں دونوں جہانوں کی شہنشاہی، اللہ کے رسول ﷺ ہی کا وصف ہے۔ تمام امہات المومنینؓ کی رہائش کے لئے ایک جیسا چھوٹا سا حجرہ ہے، جس کی دیواریں مٹی کی کچی اینٹوں کی، چھتیں کھجور کے پتوں کی، دروازے پر کمبل کا پردہ، گھر کے اندر ایک پانی کا مشکیزہ، ایک چکی اور ضرورت کا

انتہائی مختصر سا سامان، ایسا ہی ایک چھوٹا سا حجرہ فاروق اعظم حضرت عمرؓ کی چہیتی بیٹی سیدہ حفصہؓ کے حصے میں بھی آیا۔ حجرہ ازواج مطہراتؓ میں کئی کئی دن تک چولہا نہ جلتا تھا۔ چند کھجوریں، مٹھی بھر ستو اور تھوڑی سی جو، کئی دنوں تک کے لئے کافی ہوتی تھیں۔ حضور ﷺ کے آرام کے لئے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا، جسے دہرا کر کے بچھالیا کرتے تھے۔

حضرت حفصہؓ توکل علی اللہ، صبر و قناعت، ضبط و تحمل، ایثار و قربانی، سخاوت وسیع القلبی اور حب رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار، کاشانہ حرم نبویؐ میں اللہ کے محبوب ﷺ کی خوشنودی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر چکی تھیں۔ وہ جانتی تھیں، کہ اللہ کے محبوب ﷺ کی خوشنودی، اللہ کی خوشنودی ہے۔

علم کا شوق :۔

اُم المومنینؓ سیدہ حفصہؓ کا تعلق جس خاندان سے تھا وہ اپنی علمیت، قابلیت، فصاحت و بلاغت میں پورے قریش میں ممتاز تھا۔ آپؓ کے والد قریش کے چند پڑھے لکھے لوگوں میں سے تھے۔ سیدہ حفصہؓ کو پڑھنے لکھنے کا شوق ورثہ میں ملا تھا۔ آپؓ جب ازواج مطہراتؓ میں شامل ہوئیں، تو لکھنا نہیں جانتی تھیں حضور ﷺ کو جب آپؓ کے اس شوق کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے ان کی تعلیم کے لئے خصوصی انتظامات کئے۔ اور ان ہی کے خاندان کی ایک خاتون حضرت شفاء بنت عبداللہ عدیہ کو مامور کیا، کہ وہ ان کو لکھنا سکھائیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے انہیں زہریلے کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کا دم بھی سکھایا۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ خود بھی ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے، کیونکہ یہ معارف وحقائق اخذ کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال تھیں۔ لہٰذا سرکار دو عالم ﷺ کے فرمودات وارشادات کو بڑی توجہ سے سنتیں اور انہیں نہ صرف اپنے قلب و ذہن میں محفوظ کر لیتیں بلکہ لکھ بھی لیا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ سے بے تکلفی :۔

حضرت حفصہؓ کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ آپؓ حضور اکرم ﷺ سے اکثر مسائل بلا تکلف نہایت بے باکی سے دریافت کر لیا کرتی تھیں۔ اور آپ ﷺ بھی نہایت تحمل کے ساتھ بڑے

پیار سے جوابات فرمایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ نبی برحق ﷺ نے فرمایا" جو اہل ایمان غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، وہ جہنم میں نہیں جائیں گے" آپؓ نے تھوڑی دیر توقف کر کے فرمایا" یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تو فرماتا ہے" تم میں سے کوئی ایسا نہیں، جو جہنم پر وارد نہ ہو۔ یہ ایک طے شدہ بات ہے، جسے پورا کرنا تیرے رب کا ذمہ ہے" (سورہ مریم آیت 71)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" ہاں! یہ تو ٹھیک ہے مگر ساتھ ہی اللہ نے یہ بھی کہا ہے" پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے، جو دنیا میں متقی تھے اور ظالموں کو اس میں زانوؤں کے بل گراہوا چھوڑ دیں گے (سورہ مریم آیت 72)۔

قرآن پاک سے خصوصی شغف:۔

حضرت حفصہؓ کا ایک اور اعزاز و امتیاز یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دور میں قرآن مجید کے تمام کتابت شدہ اوراق اور تختیاں ان کے گھر پر محفوظ تھیں۔ ان کے قرآن سے غیر معمولی شغف کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں قرآن کریم کے تمام کتابت شدہ اجزاء یکجا کر کے ان کے پاس رکھوا دیئے تھے۔ پھر جو پوری زندگی ان ہی کے پاس رہے۔

جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے خلیفۃ الوقت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا، کہ یمامہ کی جنگ میں حفاظ کی کثیر تعداد نے جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر دوسری جنگوں میں بھی حفاظ کی اکثریت شہید ہوگئی، تو اس طرح قرآن کریم کا بیشتر حصہ ضائع ہوجائیگا۔ لہٰذا آپؓ قرآن جمع کرنے کے لئے اقدامات کریں۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ تجویز پسند آئی۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جس نے مختلف صحابہ کرامؓ کے پاس موجود قرآن کریم کے اجزاء کو جمع کیا۔ اس کام میں حضرت حفصہؓ کے پاس موجود قرآن کریم کے کتابت شدہ اجزاء سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئے۔ کمیٹی نے تمام جمع شدہ اجزاء کو کتابی شکل میں ترتیب دے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کیا، اور یہ ہی وہ مکمل و مستند نسخہ ہے۔ جو تاریخ میں" مصحف صدیقی" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی اصل کاپی کو دوبارہ حضرت حفصہؓ کی تحویل میں دیدیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں اس نسخے کو نہایت خوبصورتی اور اہتمام کے ساتھ کتابت کروا کر اس کی متعدد کاپیاں بڑے بڑے شہروں میں روانہ

کی گئیں، جبکہ اصل کاپی دوبارہ حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ کردی گئی۔ آج غلطیوں سے مبرا، ہم جس قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں وہ اسی قرآن مجید کی اصل کاپی کی نقل ہے جو حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ تھی۔ اس طرح اللہ کے کلام کی ترتیب تدوین اور اس کی حفاظت کے سلسلے میں حضرت حفصہؓ کے تاریخی کردار کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ بات ام المومنین حضرت حفصہؓ کو دیگر امہات المومنینؓ سے ممتاز کرتی ہے۔

باہمی تعلقات:۔

یوں تو تمام ازواجؓ باہمی محبت و پیار سے رہا کرتی تھیں۔ لیکن کبھی کبھی محبت پیار کے ان رشتوں میں وقتی طور پر مدوجزر بھی آتا تھا۔ ایک دوسرے سے ناراض بھی ہوتیں، تو ایک دوسرے کی حضور ﷺ سے شکایات بھی کرتی تھیں۔ جس پر آپ ﷺ تبسم فرما کر تحمل اور تدبر سے اختلافات و غلط فہمیاں دور فرما دیا کرتے تھے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ترمذی میں درج ہے۔ ایک مرتبہ حضرت صفیہؓ اپنے حجرے میں بیٹھی رو رہی تھیں کہ حضورؐ تشریف لے آئے، اور ان سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ حفصہؓ کہتی ہیں کہ تم "یہودی کی بیٹی ہو" آپ ﷺ نے اسی وقت حضرت حفصہؓ کو بلایا اور فرمایا "حفصہؓ خدا سے ڈرو" پھر حضرت صفیہؓ سے فرمایا، کہ تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا پیغمبر، تمہارے شوہر پیغمبر، حفصہؓ تم پر کس بات میں فخر کرسکتی ہے۔" (ترمذی)

فضائل و مناقب:۔

حضرت حفصہؓ حضور اکرم ﷺ کے گھر بہت خوش و خرم تھیں، اس کے باوجود ان کے مزاج میں تیزی تھی۔ حاضر جواب تھیں۔ لیکن نبی مکرم ﷺ کی خدمت اطاعت گزاری اور وفا شعاری میں بہت آگے تھیں۔ حضور ﷺ کی خدمت کو اپنا فرض اولین سمجھتیں۔ حضور ﷺ کے چھوٹے چھوٹے کاموں کو بھی اپنے ہاتھوں سے انجام دینا اپنے لئے باعث فخر و عبادت سمجھتیں۔ فہم و فراست، فطانت و ذہانت اور قوت حافظہ میں کمال رکھتی تھیں۔ نہایت متقی، پرہیز گار اور عبادت گزار تھیں۔ کثرت سے روزے رکھتیں۔ سیرت کی کتابوں میں تحریر ہے کہ جبریل امینؑ،

نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا۔

"یارسول اللہ ﷺ! حفصہؓ بہت عبادت گزار اور کثرت سے روزے رکھنے والی خوش بخت خاتون ہیں۔ یہ دنیا میں آپ ﷺ کی زوجہ ہیں، لیکن یہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی زوجہ ہونگی۔"

حضرت جبریلؑ کا یہ بیان، حضرت حفصہؓ کی بزرگی اور اللہ کی ان سے خوشنودی کا مظہر ہے۔ ابن سعد میں حضرت حفصہؓ کے بارے میں تحریر ہے کہ وہ صائم النہار اور قائم الیل ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؓ اپنی وفات کے وقت بھی روزے سے تھیں۔ حضرت حفصہؓ نہایت فراخ دل اور فیاض خاتون تھیں۔ غرباء مساکین اور مفلوک الحال لوگوں کی مدد دل کھول کر کرتیں۔ وفات سے پہلے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر وصیت فرمائی کہ ان کے نام جو جائیداد ہے وہ حاجت مندوں میں وقف کردیں۔ آپؓ سے 60 روایات منقول ہیں۔ ان میں چار متفق علیہ ہیں، 6 صحیح مسلم میں، اور باقی 50 احادیث کی دیگر کتابوں میں ہیں۔

وصال مبارک:۔

حضرت حفصہؓ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ابن سعد کے مطابق امیر المومنین حضرت حفصہؓ کا وصال ماہ شعبان 45 ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں ہوا اس وقت آپؓ کی عمر 63 سال تھی۔ نماز جنازہ مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن حکم نے پڑھائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی نماز جنازہ میں موجود تھے۔ آپؓ کے بھائیوں حضرت عبداللہ، حضرت عاصم اور بھتیجوں نے جنت البقیع میں تدفین کی۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ کی سیرت طیبہ، جہاں امت مسلمہ کی خواتین کے لئے صبر وقناعت، ایثار و وفا، مہر و محبت اور توکل علی اللہ کا عظیم پیغام ہے، وہاں مردوں کے لئے بھی صبر و تحمل، عفو و درگزر اور پیار و محبت کا ایسا درس ہے، کہ جو گھریلو زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے میں نہایت معاون و مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(پانچویں زوجہ رسول ﷺ)

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

تاریخ میں جنکو "ام المساکین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

غزوہ احد کے جانباز مجاہد:۔

ہفتہ 7 شوال 3 ہجری کی ایک بہ ظاہر خوشگوار و سیاہ اور خاموش رات ہے۔ پرسکون ماحول کی فضاء میں کبھی کبھی گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں ارتعاش پیدا کر دیتی ہیں۔ کوہ احد کے دامن میں ہونے والی غزوہ احد میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھانے کے لئے تیار، دو اللہ کے سپاہی نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد بیٹھے ہیں، موضوع گفتگو، صبح مشرکین مکہ کے ساتھ ہونے والی جنگ ہے۔ کچھ دیر بعد دونوں اللہ کے آگے دست دعا پھیلا دیتے ہیں۔ ایک دوست دعا مانگتے ہیں "اے اللہ! ہم تیری رضا، تیرے دین کی سر بلندی کے لئے تیرے محبوب ﷺ کی سر براہی میں اس میدان، بیابان میں موجود ہیں، اے اللہ! مجھ میں ہمت عطا فرما، اور جو طاقت ور سے طاقت ور دشمن بھی میرے مقابلے پر آئے، میں اسے زیر دست کر کے اس کی گردن ناپوں۔" یہ ہیں مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ انکی اس دعا پر دوسرے ساتھی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ "آمین" کہتے ہیں۔ اب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ دعا مانگتے ہیں "اے معبود برحق! جو طاقت ور سے طاقت ور دشمن میرے مقابلے پر آئے، وہ مجھ سے پنجہ لڑائے، اور زور آزمائی کرے تو میں بھی زور لگاؤں، اور اس کشمکش میں، میں تیرے دین پر قربان ہو جاؤں، اور میدان جنگ میں اپنی تلوار کے جوہر دکھاتا ہوا، اس طرح شہید ہو جاؤں، کہ دشمن میرے ناک کان کاٹ لے، اور جب میں تیری بارگاہ

میں حاضر ہوؤں تو، تو مجھ سے پوچھے "اے عبداللہ! تیرے یہ اعضا کہاں گئے؟" تو میں کہوں "اے میرے رب! یہ تیری رضا میں قربان ہو گئے۔" اور پھر میرے رب! تو میری بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہے۔ "اے عبداللہؓ! تو نے سچ کہا۔" اس دعا پر سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا "آمین" عرش پر موجود اللہ بزرگ وبرتر نے دونوں کی دعائیں سنیں اور انہیں شرف قبولیت بخشا۔

اللہ کے شہیدوں کو آتی نہیں روباہی:۔

صبح، میدان جنگ میں گھمسان کا رن پڑا۔ جذبہ شہادت سے لبریز صحابہؓ مشرکین پر اللہ کا قہر بن کر ٹوٹ پڑے۔ سعد بن ابی وقاصؓ کی تلوار نے کفار مکہ کے سروں کو گاجر، مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ ان کی تلوار بجلی کی چمک کی طرح مشرکین کی گردنوں کو ناپتی ہوئی لمحوں میں ان کے جسموں کو سر کے بوجھ سے آزاد کر دیتی۔ حضرت حمزہؓ بپھرے ہوئے شیر کی طرح مشرکین کے جسموں کو ان ہی کے خون سے نہلاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ابو دجانہؓ کے سر پر بندھی سرخ پٹی اس بات کی گواہی تھی کہ ابو دجانہؓ نے اب سر سے کفن باندھ لیا ہے۔ عبداللہ بن جحشؓ، مصعب بن عمیرؓ، علی شیر خداؓ، ابوطلحہؓ، حمزہؓ، ابو دجانہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور دیگر مجاہدین اسلام شجاعت، بہادری وجانبازی کی داستانیں رقم کر رہے تھے۔ کفار مکہ کی صفوں کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ 700 سرفروشان اسلام نے اپنے سے 5 گناہ زیادہ کفار مکہ کے لشکر کو اپنا مال واسباب چھوڑ کر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ مشرکین کا سپہ سالار ابوسفیان میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کر چکا تھا۔ ابلیس اپنے سر پر خاک ڈال کر چیخ چیخ کر مشرکین کو آوازیں دے رہا تھا۔

ایسے میں احد کی پوری وادی "نعرہ تکبیر" کے ایمان افروز نعروں سے گونج رہی تھی۔ فتح کے نشے میں چور مجاہدین، میدان جنگ میں مشرکین کے چھوڑے ہوئے مال غنیمت کو جمع کرنے میں مصروف ہو چکے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی تنبیہ اور نصیحت کے باوجود "رماۃ" پہاڑی پر موجود 40 مجاہدین میں سے چند کو چھوڑ کر باقی مال غنیمت جمع کرنے کے لئے پہاڑی سے نیچے آچکے تھے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اور یہ ہی وہ لمحہ تھا کہ جب میدان جنگ سے پسپا ہونے والے مشرکین کے ایک کمانڈر خالد بن ولید (اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے

تھے) نے "جبل رماۃ" کو خالی دیکھ کر پیچھے سے حملہ کر دیا اور اس اچانک حملے نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ دشمن مجاہدین کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ انکی بکھری ہوئی شکست خوردہ قوت دوبارہ جمع ہو رہی تھی۔ ابوسفیان بھی میدان جنگ میں دوبارہ داخل ہو چکا تھا۔ ایسے میں رسول اللہ ﷺ کے جانباز صحابہؓ مشرکین کے نئے حملے کے سامنے آہنی چٹان بن گئے۔

کوہ احد کی سنگلاخ چٹانوں نے جوش بہادری جذبہ ایمانی وسرفروشی کے عجیب وغریب اور حیرت انگیز مناظر پہلے کبھی نہ دیکھے ہونگے۔ عبداللہ بن جحشؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ سمیت چند صحابہؓ، حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کے پیش نظر آپ ﷺ کے قریب ہی دشمن سے برسرپیکار تھے۔ عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار مشرکین کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہوئے خود ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ عبداللہ بن جحشؓ اسی حالت میں حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا، "یا رسول اللہ ﷺ میری تلوار ٹوٹ چکی ہے۔ دوسری دید یجیے"۔ اس وقت کوئی تلوار تو نہ تھی، ہاں قریب ہی کھجور کی ایک لمبی چھڑی پڑی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا "لو عبداللہ۔ یہ تمہاری تلوار ہے" اور پھر احد کی فضاؤں نے قوت ایمانی کا یہ منظر بھی دیکھا، کہ وہ چھڑی، جس مشرک کے جسم پر پڑتی، اس کا جسم اسی جگہ سے ٹکڑے ہو کر گر پڑتا، یہاں تک کہ آپؓ دشمنان اسلام سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اور پھر ان کی دعا کے عین مطابق ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عقبہ نے دوسری مشرک عورتوں کے ساتھ عبداللہ بن جحشؓ سمیت متعدد جلیل القدر صحابہؓ کے جسموں کی بے حرمتی کرتے ہوئے ان کی ناک ،کان سمیت دیگر اعضاء کاٹ کرانہیں ہار کی صورت میں پرو کر اپنے گلے میں پہن لیا۔ ہندہ نے حضرت حمزہؓ کے سینے کو چیر کر کلیجہ نکالا ،منہ میں ڈال کر چبانا چاہا، لیکن نگل نہ سکی۔ (ابن ہشام)
اس جنگ میں حضور اکرم ﷺ کے دندان شریف شہید ہوئے اور چہرے مبارک پر زخم آئے۔

شوہر کی شہادت اور حضرت زینبؓ کا صبر:۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی شہادت کی خبر کی اطلاع، جب ان کی زوجہ زینبؓ کو ملی تو وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ غزوہ احد کے زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی میں مصروف تھیں۔ شوہر کی شہادت کا سن کر ان کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ

چھوڑا، بس اتنا کہا "اے اللہ تیرا ہر حال میں شکر، تیری رضا ہی میں میری رضا ہے"۔ شہدا کی تدفین کے لئے آپ ﷺ تشریف لائے، مجاہدین کی لاشوں کو دیکھتے ہوئے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش کے قریب پہنچے، تو بہادر چچا کا یہ حال دیکھ کر سخت غمگین ہو گئے۔ ساتھ ہی عبداللہ بن جحشؓ کی لاش کا مثلہ کیا گیا تھا آپ ﷺ نے حکم دیا کہ حمزہؓ اور عبداللہ بن جحشؓ کو ایک ساتھ ہی دفن کردو۔ عبداللہ بن جحشؓ حضرت حمزہؓ کے بھانجے بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔ شہدا کی تدفین کے بعد آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے۔

اور پھر آپ ﷺ نے شہدا کے لواحقین سے تعزیت کرنے اور انہیں تسلی ودلاسہ دینے کے لئے ان کے گھروں پر جانے کا سلسلہ شروع کیا حالانکہ آپ ﷺ خود بھی زخمی حالت میں تھے۔ آپ ﷺ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی زوجہ حضرت زینبؓ سے ملے، جو شوہر کی وفات کے بعد بہت غمگین اور رنجیدہ تھیں۔ حضور اکرم ﷺ سے مل کر آبدیدہ ہو گئیں۔ انہیں اپنے شوہر سے بڑی محبت تھی جو انکا بڑا خیال رکھتے تھے۔ اب ان کی وفات کے بعد وہ بالکل تنہا رہ گئیں تھیں۔ حضور ﷺ کو اس بات کا بڑا احساس تھا۔ ان کے شوہر کی عظیم قربانی اور اللہ کی راہ میں اس شان سے جان کا نذرانہ پیش کرنا۔ اللہ کے محبوب ﷺ کی نظروں میں ان کی قدر ومنزلت بڑھا گیا تھا۔ غزوہ احد میں 70 صحابہ شہید ہوئے اور بہت سے زخمی، جن میں بھاری تعداد مدینہ کے انصار کی تھی۔ اس وقت اس بات کی شدید ضرورت تھی، کہ اہل مدینہ کے حوصلوں کو بلند کیا جائے، اور ان کی دلجوئی کی جائے۔

حضور ﷺ سے نکاح:۔

حضرت زینبؓ مدینہ میں بڑی عزت واحترام کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں۔ معاشرے میں ان کا بڑا مقام تھا، ویسے بھی وہ "ام المساکین" کے نام سے مشہور تھیں۔ اب وہ بالکل تنہا رہ گئی تھیں، انہیں کسی مضبوط سہارے کی ضرورت تھی۔ ان کی عدت ختم ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت زینبؓ کے لئے یہ پیغام اللہ کی طرف سے ایک انعام تھا۔ لہٰذا انہوں نے اسے بخوشی قبول کر لیا۔ اس طرح حضرت زینبؓ ام المساکین کے ساتھ ام المومنین

کے اعلیٰ وارفع مرتبہ پر فائز ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ نے 400 درہم حق مہر ادا کیا۔ نکاح کے وقت حضرت زینبؓ کی عمر 30 سال تھی۔

اس نکاح میں حضور ﷺ کے پیش نظر حضرت زینبؓ کے ساتھ ساتھ اہل مدینہ کی دلجوئی بھی مقصود تھی۔ مدینہ کے انصار و مہاجرین اور شہدا کے لواحقین نے آپ ﷺ کے اس اقدام کو شہدا کے لئے ایک بہترین خراج تحسین کے طور پر پسند فرمایا اور یہ ان کی حوصلہ افزائی کا سبب بنا۔ حضرت زینبؓ سے شادی کے آپ ﷺ کے اس فیصلے نے مدینہ کی مجموعی صورت حال پر نفسیاتی، سیاسی اور معاشرتی اعتبار سے بڑے مثبت اثرات مرتب کیے۔

ابن سعد نے طبقات میں آپؓ کا شجرہ نسب یوں تحریر کیا ہے۔ زینب بنت خزیمہ بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ چوں کہ حضرت زینبؓ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بہت کم عرصہ گزارا۔ لہٰذا تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ان کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے۔ اور اگر ہے بھی، تو روایات میں بہت اختلافات ہیں۔

نام ونسب:۔

ام المومنین حضرت زینبؓ حارث ہلالی کی اولاد میں سے تھیں۔ ان کا قبیلہ بنو ہلال قبیلہ بنو عامر کی ایک شاخ تھا۔ یہ لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور یمن میں آباد ہو گئے تھے۔ یمن کے لوگ خوش حال تھے۔ دولت کی روانی تھی۔ عیش وعشرت سے رہتے تھے۔ لیکن بدعنوان اور نافرمان تھے۔ اس لئے اللہ کے عذاب کا شکار ہو گئے۔ پانی کے سیلاب نے ان کے شہروں میں دور دور تک تباہی و بربادی پھیلا دی نوبت یہاں تک آئی، کہ یہ لوگ اس علاقے سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت زینبؓ کا قبیلہ بنو ہلال بھی یمن سے حجاز میں آکر آباد ہو گیا۔ حضور پرنور ﷺ کی بعثت سے 13 سال پہلے 795 عیسوی کو خزیمہ بن حارث کے گھر ایک نہایت حسین وجمیل بچی نے جنم لیا۔ والد خزیمہ نے جب بچی کو دیکھا، تو اس کا نام زینب رکھ دیا۔ زینب کے لغوی معنی "منعمۃ البدن" یعنی خوبصورت اور نرم و نازک بدن والی۔

امام قسطلانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت زینبؓ پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں آئیں لیکن جلد ہی ان کے درمیان طلاق واقع ہوگئی جس کے بعد طفیل کے بھائی عبیدہ بن حارثؓ نے ان سے نکاح کرلیا۔ انہوں نے ابتدائی دور اسلام ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ بارگاہ رسالت میں ان کا بڑا مرتبہ تھا۔ حضرت بلالؓ پر ان کا مالک بڑا ظلم کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خرید کر آزاد کروایا کیونکہ ان کا تعلق حبشہ سے تھا، اس لئے نبی اکرم ﷺ نے انہیں حضرت عبیدہؓ بن حارث کا اسلامی بھائی قرار دیا۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں حضرت عبیدہؓ اور حضرت زینبؓ پر مشرکین نے بڑے مظالم ڈھائے۔ جب کفار مکہ کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے اپنے جانثار ساتھیوں کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ ان میں حضرت عبیدہؓ اور ان کی بیوی حضرت زینبؓ بھی تھیں۔ مہاجرین کا یہ چھوٹا سا قافلہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا کہ راستے میں ان کے ایک ساتھی مسطح بن اثاثہ کو بچھو نے کاٹ لیا، انہوں نے اس بات پر اصرار کیا، کہ قافلے کے لوگ مجھے چھوڑ کر آگے چلے جائیں۔ لیکن حضرت عبیدہؓ نے گوارہ نہ کیا اور زخمی ساتھی کو ساتھ لے کر آہستہ روی کے ساتھ مدینہ کی جانب اپنے سفر کو جاری رکھا۔

پہلے شوہر کی شہادت:۔

جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین میں اخوت کے رشتے کے تحت دونوں کو بھائی بھائی قرار دیا۔ عبیدہ بن حارثؓ حضرت عمیر بن حمام انصاریؓ کے بھائی قرار پائے۔ حضرت عمیر بن حمامؓ نے بھائی چارہ کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی اور حضرت عبیدہؓ کو ان کے خاندان کی رہائش کے لئے اپنی زمینوں میں سے ایک بڑی زمین عنایت کردی۔ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت عبیدہ بن حارثؓ کی جو منزلت اور رتبہ تھا اسے دیکھتے ہوئے انصار و مہاجرین نے انہیں "شیخ المہاجرین" کا لقب دیا۔ بدر کے میدان میں ولید کے مقابلے کے دوران آپؓ کا پاؤں شہید ہوا اور صفراء کے مقام پر آپؓ نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کو جب اپنے شوہر کی شہادت کی خبر ملی، تو پرنم آنکھوں سے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا "اے اللہ! میں تیری رضا میں راضی ہوں"۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے نکاح:۔

حضرت عبیدہؓ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ رسول اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یہ بھی حضرت عبیدہؓ کی طرح انتہائی بہادر جوشیلے اور نڈر مجاہد تھے۔ حضور اکرم ﷺ ان سے بڑا پیار کرتے تھے۔ حضرت زینبؓ نے اس رشتے کو قبول کرلیا، اور دونوں پیار و محبت سے رہنے لگے۔

فیاضی اور سخاوت، ام المساکین لقب:۔

حضرت زینبؓ کے والد خزیمہ، مکہ کے بہت بڑے رئیس تھے۔ ان کے گھر میں دولت کی کوئی کمی نہیں تھی۔ حضرت زینبؓ نے اپنا بچپن بڑے ناز و نعم میں شہزادیوں کی طرح گزارا، وہ شروع ہی سے دوسرے بچوں سے منفرد تھیں۔ عاجزی وانکساری، فیاضی، سخاوت، رحم اور ہمدردی کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بچپن ہی سے لوگوں کے دکھ درد میں ان کا ساتھ دینا، ان سے ہمدردی کرنا، اور ان کی مالی مدد کرنا، ان کا معمول تھا۔ ان کی سخاوت و فیاضی اتنی عام ہوئی کہ اہل مکہ انہیں "ام المساکین" کہنے لگے۔ وہ جہاں سے گزرتیں سب کہتے کہ دیکھو وہ "ام المساکین" جارہی ہیں۔

مدینہ میں ہجرت کے بعد بھی ان کی سخاوت و فیاضی بدستور جاری رہی۔ اللہ نے دونوں شوہر بھی ایسے ملائے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پرستار تھے۔ لہٰذا دریا دلی اپنے عروج پر رہی، اور مدینہ کے لوگ بھی انہیں ان کے اصل نام کے بجائے ام المساکین کے نام سے پکارنے لگے۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کو ان کی رحم دلی اور نرمی کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا۔ الاستیعاب اور الاصابتہ میں تحریر ہے کہ کیونکہ حضرت زینب بنت خریمہؓ غریبوں، مسکینوں کو کھانا کھلاتیں، اور صدقہ خیرات دیتی تھیں، اس لئے انہیں "ام المساکین" کہا جاتا تھا۔

طبرانی نے ابن شہاب الزہریؒ سے روایت میں کہا ہے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح فرمایا، تو اس وقت بھی ان کی کنیت ام المساکین تھی۔ ابن ابی خیثمہؒ فرماتے ہیں، کہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ جاہلیت کے زمانے میں بھی ام المساکین کے لقب سے

معروف تھیں۔

حضرت زینبؓ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہ بنت عمرؓ کی سہیلی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ وہ دونوں اس شادی پر خوش تھیں۔ لہٰذا انہوں نے حضرت زینبؓ کی بڑی دلجوئی کی۔

ایک دفعہ تمام ازواج مطہراتؓ، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا "یارسول اللہؐ! ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا؟" آپ ﷺ نے فرمایا کہ! "جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے"، سب نے اپنے اپنے ہاتھ ناپے، تو حضرت سودہؓ کیونکہ ڈیل ڈول میں سب سے بلند تھیں۔ لہٰذا ان کے ہاتھ ہی لمبے نکلے۔ لیکن ہوا یہ کہ سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہو گیا تو معلوم ہوا، کہ ہاتھ کی بڑائی سے مقصد سخاوت اور فیاضی تھی۔ جس میں حضرت زینبؓ سب سے آگے تھیں اور ام المساکین تھیں۔

وصال مبارک:۔

حضرت زینبؓ کی وفات کے سال، اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ گزارے گئے، مدت حیات پر بھی سیرت نگاروں اور محدثین میں بہت اختلاف ہے۔ لیکن اکثر محدثین کی رائے ہے کہ حضرت زینبؓ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صرف تین ماہ گزارے، اور 3 ہجری میں آپؓ کا انتقال ہو گیا کچھ مورخین نے 4 ہجری بھی تحریر کیا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت زینبؓ، ان دو ازواج مطہراتؓ کا انتقال حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال مکہ میں ہوا اور وہ وہیں دفن ہوئیں۔

جبکہ حضرت زینبؓ کا انتقال مدینہ میں ہوا، حضور اکرم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ انتقال کے وقت آپؓ کی عمر 30 سال تھی۔ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی حیات میں انتقال کرنے والی یہ پہلی زوجہ تھیں۔ باقی سب کا انتقال آپ ﷺ کے وصال کے بعد ہوا۔

انمول ہیرے:۔

سرکار دوعالم ﷺ نے کاشانہ حرم نبویؐ میں امہات المومنینؓ کی صورت میں ایسے بیش بہا

انمول ہیرے جمع کیئے کہ جن کے روشن کردار کی قوس وقزح نے امت مسلمہ کو اسلامی تعلیمات کے حسین وخوبصورت رنگ ونور سے منور کردیا۔

یوں تو تمام امہات المومنینؓ خوبیوں کا کامل مجموعہ تھیں، لیکن ہر ایک کی چند مخصوص خصوصیات نے انہیں دوسروں سے ممتاز کردیا تھا اور جن کی اسوہ حسنہ رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے مینارہ نور ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حب رسولؐ، ایثار وفا کی پیکر، اپنا کاروبار، اپنا گھربار، اپنی محبت و خدمت، اپنا سب کچھ حضورﷺ کے قدموں پر نچھاور کردیا۔ شوہر کی خدمت واطاعت کی وہ روشن مثال کہ اللہ کے محبوبﷺ نے انہیں اپنی محسنہ قرار دیا۔

حضرت سودہؓ پیکر مہر ومحبت اور مجسمہ صدق وصفا۔ ایثار وقربانی کی دیوی کہ جنہوں نے اپنے آپ کو بچوں کی تربیت اور حضورﷺ کی خوشنودی کے لئے ایسا وقف کیا، کہ اپنی باری بھی قربان کردی، اور رہتی دنیا تک سوتیلی ماؤں کے لئے ایک پیغام بن گئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ عظیم عالمہ، شفیق معلّمہ، فقیہی، محدث، شوہر اور بیوی کی پاکیزہ محبت کی لازوال مثال، حقوق نسواں اور طبقہ نسواں کی سب سے بڑی علمبردار، کہ جنکی وجہ سے اللہ نے قانون حدود نافذ کرکے عورت کو دنیا میں بیکراں تحفظ وامن فراہم کیا اور انہیں عزت واحترام کی بلندیوں پر فائز کردیا۔

حضرت حفصہؓ صائم النہار اور قائم اللیل تھیں اس کے علاوہ علم حاصل کرنے کے شوق نے انہیں کاتب قرآن بنادیا۔ قرآن پاک کے نسخوں کی حفاظت فرما کر امت مسلمہ پر یہ احسان عظیم فرمایا کہ آج ہم زیر زبر کی غلطیوں سے مبرا، جس اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، وہ ان ہی کی مرہون منت ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ عاجزی وانکساری، فیاضی وسخاوت جن کی پہچان، تاریخ میں جن کا نام "ام المساکین" کے سنہری حروف سے رقم ہے۔

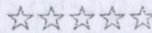
امت کی مائیںؓ:۔

یہ ہیں امت کی وہ مائیں، جن کا عزم وہمت، ایثار وقربانی، عمل وبیداری، اور محبت ووفا کا

لازوال، بیش بہا پیغام ہم نے فراموش کر دیا۔ عیسائی مذہب میں ایک ماں حضرت مریمؑ کی دیو مالائی تصویر تقدس وتکریم کے اس مقام پر نظر آتی ہے کہ جس کے بغیر ان کا معاشرہ نامکمل ہے۔ جب کہ ہمارے یہاں امہات المومنینؓ کی حیات طیبہ کا ایک ایک پہلو اتنا عظیم الشان اور روشن ہے، کہ اگر ہم اس میں سے چند ہی کو اپنی زندگیوں میں شامل کرلیں، تو ہمیں اپنے معاشرے میں حقوق نسواں کے لئے کسی مغرب زدہ تحریک کی ضرورت نہ ہو۔

لیکن صد افسوس کہ ہم نے اللہ کے کلام، اس کے رسولؐ کے احکامات اور پھر ان عظیم امہاتؓ کی جہد مسلسل سے عبارت حیات طیبہ کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنانے کے بجائے ریشمی جزدانوں میں لپیٹ کر شوکیسوں کی زینت بنا دیا ہے۔ عشق رسول ﷺ کا تقاضہ تو یہ تھا، کہ ان کی زندگیوں کی کتاب کے ایک ایک ورق پر لکھی ہوئی عظمتوں کی انمول تحریروں سے سبق حاصل کرتے، اور ان پر عمل کرتے، تو آج امت مسلمہ کی مائیں بانجھ نہ ہوتیں، اور نہ قوم کسی خالد بن ولیدؓ، صلاح الدین ایوبیؒ، محمود غزنویؒ اور محمد بن قاسمؒ کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی، اور نہ ہی امت مسلمہ کا لہو اتنا ارزاں ہوتا، کہ جس کا دل چاہتا اپنے نئے ہتھیاروں کو آزمانے کے لئے ان کے خون کی ندیاں بہا دیتا۔

آیئے پھر سے عہد کریں کہ کاشانہ حرم نبویؐ کی ان عظیم المرتبت روشن قندیلوں سے اپنی زندگی کی اندھیری راتوں کو منور کریں، جس کی ابتدا یقیناً گھر ہی سے ہوگی، میاں اور بیوی، عفو و درگزر، ایثار و قربانی اور پیار و محبت سے گھر کو جنت بنائیں گے اور اس جنت میں پلنے والے پھولوں کی طرح معصوم بچے امت مسلمہ کے سر کے تاج ہونگے۔ ان میں علامہ اقبال بھی ہونگے اور ڈاکٹر عبدالقدیر بھی انشاء اللہ۔



(چھٹی زوجہ رسول ﷺ)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

جو کامل العقل بھی تھیں اور صائب الرائے بھی

شب کا پہلا پہر دبے پاؤں آہستگی سے واپسی کے سفر پر گامزن ہے۔نوجوان تیزی کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہیں،اور اہلیہ کو آوازیں دیتے ہیں۔دوسرے کمرے سے اہلیہ آتی ہیں "کیا بات ہے ابوسلمہؓ! خیریت تو ہے! تمہارا سانس کیوں پھول رہا ہے؟" اہلیہ پریشانی میں کئی سوال کر ڈالتی ہیں "ہمیں حضور ﷺ نے ہجرت کا حکم دیا ہے، میرا خیال ہے کہ ہمیں صبح ہی مدینہ روانہ ہو جانا چاہیے"۔ابوسلمہؓ چاروں طرف دیکھتے ہوئے آہستگی سے بیوی کو بتاتے ہیں" اچھا یہ تو بہت اچھی خبر ہے مگر اتنی جلدی یعنی صبح ہی " خاتون حیرت زدہ ہوتی ہیں "ہاں ہمیں صبح اندھیرے میں ہی نکلنا ہوگا۔تم دیکھ رہی ہو کہ مشرکین نے ظلم وستم کی انتہا کر دی ہے" ابوسلمہؓ قطعی فیصلہ سنا دیتے ہیں "اچھا جیسی اللہ کی مرضی"۔

انجان راہوں کے مسافر:۔

خاتون کھانا نکالنے لگتی ہیں، معصوم سلمہ سو چکا ہے، دونوں کچھ عرصے پہلے ہی تو حبشہ سے واپس آئے ہیں، اب ایک بار پھر اللہ کی راہ میں اپنا گھر اور شہر چھوڑا جا رہا ہے۔دونوں رات بھر باتیں کرتے رہتے ہیں۔انجانی جگہ اور نیا سفر، تہجد کا وقت ہو جاتا ہے۔تہجد اور فجر کی نماز کے بعد دو افراد اور ایک بچے پر مشتمل یہ مختصر سا قافلہ انجانی راہوں پر چل پڑتا ہے۔ان کی منزل شہر مدینہ ہے۔ان کی کوشش ہے کہ صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے مکہ شہر سے باہر نکل جائیں، اس لئے اونٹ کی

نکیل تھامے تیزی سے شہر سے دور جانے والی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ مکہ کے سنگلاخ کالے پہاڑوں پر سورج کی روپہلی کرنیں نمودار ہوا چاہتی ہیں۔ پورا شہر خاموش صبح کی میٹھی نیند کے مزے لے رہا ہے۔ کہیں کہیں سے چڑیوں کی چہچہانے کی آوازیں آہستہ آہستہ صبح نمودار ہونے کی نوید سنا رہی ہیں۔ ابھی یہ معصوم قافلہ مکہ سے چند فرلانگ دور ہی گیا تھا، کہ اچانک پیچھے سے آوازوں اور شور نے ان کے اضطراب میں اضافہ کر دیا۔ اس سے پہلے کہ یہ کہیں کسی گھاٹی میں چھپنے کی کوشش کرتے، نیزوں اور تلواروں سے لیس، بنومغیرہ کے شتر سواروں کا ایک گروہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے۔ ابوسلمہؓ سے اونٹ کی نکیل چھین کر سوال ہوتا ہے " کدھر کا پروگرام ہے ابوسلمہؓ ؟" "میں مدینہ جا رہا ہوں" ابوسلمہؓ اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوئے زرا کرخت لہجے میں جواب دیتے ہیں۔ " مگر تم بنومغیرہ کی لڑکی کو ساتھ لے کر کیوں جا رہے ہو؟" ایک نوجوان سخت لہجے میں پوچھتا ہے۔ "یہ میری بیوی ہے، تم لوگوں نے اس کا نکاح میرے ساتھ کیا ہے۔" ابوسلمہؓ دو بدو جواب دیتے ہیں" لیکن تم اس کو ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ یہ تمہارے ساتھ نہیں جائیگی" یہ کہتے ہوئے چند لوگ اونٹ کا رخ مکہ کی جانب موڑ دیتے ہیں، اور ابوسلمہؓ کو زبردستی کھینچ کر اتار دیتے ہیں، اونٹ کی ہودج پر بیٹھی ام سلمہؓ اس اچانک افتاد پر زار و قطار رو رہی ہیں، منتیں کر رہی ہیں، فریاد کر رہی ہیں، شوہر کے ساتھ جانے کے لئے مچل رہی ہیں، لیکن ظالموں کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

معصوم سلمہ بھی ماں کے ساتھ چیخ چیخ کر رو رہا ہے..... بابا... بابا..... کی دلسوز معصوم صدائیں باپ کے دل کو چھلنی کر رہی ہیں، جوش پدری میں اونٹ کی طرف بڑھتے ہیں، تو مجمع طیش میں آجاتا ہے "خبردار" کی آواز کے ساتھ ہی کئی تلواریں گردن تک پہنچ جاتی ہیں، گھبرا کر زمین پر گر پڑتے ہیں" نہیں..... نہیں..... ایسا نہ کرنا..... اگر اسے مار دیا تو..... بنوعبدالاسد سے جنگ چھڑ جائیگی۔" مشرکین میں سے ایک عمر رسیدہ شخص آگے بڑھ کر انہیں روکتا ہے۔" اب یہ شخص مکہ میں داخل نہیں ہوگا۔" مشرکین فیصلہ سنا کر مکہ کی جانب چل پڑے۔ ابھی رنجیدہ اور غم زدہ ابوسلمہؓ دور کھڑے اپنے بیوی بچہ کی آہ و بکا کی آوازیں سن رہے تھے..... کہ اچانک مکہ کی سیاہ سنگلاخ پہاڑیوں نے ایک اور دردناک منظر دیکھا..... بنوالاسد کے لوگ بھی موقع پر پہنچ گئے..... انہوں نے معصوم سلمہ کو چھین لیا" تم اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو، لیکن یہ بچہ

تمہارے ساتھ نہیں جائیگا۔ یہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے اور یہ ہماری تحویل میں رہیگا"۔ بنوالاسد کے خونخوار افراد بچے کو چھین کر آس پاس ابوسلمہؓ کو تلاش کرتے ہیں اور نہ ملنے پر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ابوسلمہؓ ایک چٹان کی اوٹ سے پرنم آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ لبوں پر صرف ایک ہی دعا ہے۔ "اے اللہ تیری رضا سے، تیرے دین کی سلامتی کی خاطر، تیرے محبوب ﷺ کی ہدایت پر، میں اس سفر پر نکلا ہوں۔ اے میرے رب، میرے اہل خانہ کی حفاظت فرما۔"

ماں بیٹے پر قیامت ٹوٹ رہی ہے ..... معصوم سلمہ ماں باپ کی جدائی برداشت نہیں کر پارہا، بلک رہا ہے ..... رو رہا ہے ..... مچل رہا ہے ..... مکہ کی بیابان وادیاں ... ماں ماں کی دلسوز چیخوں سے گونج رہی ہیں، ادھر ماں ہے، کہ جس کا کلیجہ پھٹ رہا ہے ..... شوہر کے بعد اب بیٹے کی جدائی نے دل پارہ پارہ کر دیا ..... سینہ شق کر دیا۔

" ظالمو! میرے معصوم بیٹے کو تو مجھے دیدو" ماں کی فریاد عرش کو ہلا رہی ہے ..... لیکن قدرت کے فیصلے آنے والے وقتوں میں راہ خدا کے لئے صعوبتیں برداشت کرنے والوں کے لئے سنگ میل کے طور پر تاریخ میں رقم ہوتے ہیں، جوان کے عزم اور حوصلوں کو جواں رکھنے میں معاون و مددگار ہونگے۔ بلکتے بچے کی صدائیں اور بیوی کی فریادیں دور ہوتی جارہی ہیں، کچھ دیر بعد فضا میں دوبارہ سناٹا چھا جاتا ہے۔

اللہ کا وعدہ اٹل ہے:۔

ابوسلمہؓ بیچ راہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بائیں جانب مکہ ہے، کہ جہاں الگ الگ گھروں میں بیوی اور بچہ قید کر دیئے گئے ہیں اور دائیں جانب یثرب (مدینہ) ہے، کہ جہاں جانے کا حکم اللہ کے محبوب ﷺ نے دیا ہے ..... فیصلہ کرتے ہیں کہ "جو اللہ کے محبوب ﷺ کے حکم ہے، وہ اللہ کی رضا ہے، اور جو اللہ کی رضا ہے، وہ میری رضا ہے ..... اگر اللہ کو منظور ہو گا، تو بیوی بچہ بھی مل جائیں گے ..... ایسے میں ذہن کے کسی دریچے سے قرآن پاک کی آیت لبوں پر آجاتی ہے۔

ترجمہ: "جو لوگ ہماری راہ میں صعوبتیں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم انکو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھائیں گے۔" (سورۃ العنکبوت آیت 69)

"یقیناً! اللہ کا وعدہ اٹل ہے ..... "لہٰذا نئے عزم کے ساتھ پیدل ہی مدینہ کی طرف چل پڑتے ہیں۔

ام سلمہؓ ، رب کے فیصلے کی منتظر:۔

مکہ میں وادی ابطح کے ایک ٹیلے پر روز صبح قبیلہ بنو مغیرہ کی ایک بیٹی بیٹھی ، اپنے بیٹے اور شوہر کو یاد کر کے روتی رہتی ہے۔ آہ وزاری کرتی رہتی ہے۔ اپنے رب سے رحم اور انصاف کی بھیک مانگتی رہتی ہے۔ اس کے بہنے والے اشک اس کے دامن کو تر کرتے رہتے ہیں۔ اس کی آہ وزاری سے ٹیلے کے پتھر کانپ اٹھتے ہیں۔ اس کی فریادوں سے وادی لرز اٹھتی ہے... رب کعبہ جانتا ہے..... کہ یہ اس کی برگزیدہ بندی ہے ..... لیکن رب کے فیصلے حکمت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ جو آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لئے ہوتے ہیں۔ مورخ جب تاریخ مرتب کریگا، تو یہ دلسوز واقعات، آئندہ اللہ کی راہ میں صعوبتیں اور تکلیفیں اٹھانے والوں کے لئے مشعل راہ ہونگے۔ صبر واستقامت کی یہ داستانیں، ان کے حوصلوں کو جلا بخش کر منزل تک پہنچنے کی دشوار راہوں کو آسان کر دیں گی۔ دن ہفتوں اور ہفتے، مہینوں میں بدل گئے ..... سب کو معلوم ہے، کہ ابطح کے ٹیلے پر روز آکر بیٹھنے والی یہ نوجوان خاتون اپنے بیٹے اور شوہر کی جدائی کے فراق میں بے بسی کی تصویر بنی..... بہتے اشکوں کے ساتھ اپنے ان دیکھے رب کے فیصلے کی منتظر ہے۔

اللہ شہ رگ سے قریب ہے:۔

ام سلمہؓ جانتی ہیں کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ انہیں علم ہے، کہ رب کعبہ نے وحی کے ذریعے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا ہے ترجمہ:" ہم انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔" (سورۃ ق آیت 16)

ام سلمہؓ جانتی ہیں کہ اللہ رحیم و کریم ہے وہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ کبھی ظلم نہیں کرتا۔ اللہ خود قرآن میں فرماتا ہے ترجمہ: " اور میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔" (سورۃ ق آیت 29)

رب پر یقین کامل ہے:۔

ام سلمہؓ کو یقین ہے، کہ اللہ بہت جلد آزمائش کی ان گھڑیوں کو روشن دنوں میں تبدیل کر دیگا۔ ایسی ہی ایک اداس اور مغموم شام، کہ جب دن بھر کا تھکا سورج اپنی نئی منزل کی جانب گامزن تھا..... چرند پرند واپس اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے..... یہ مجبور خاتون بھی بوجھل قدموں اور اداس دل کے ساتھ پرنم آنکھوں میں امید کے دیئے روشن کئے، اپنے باپ کے گھر کی جانب رواں دواں تھی..... اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے سن رکھا تھا کہ "ناامیدی کفر ہے" اور پھر قدرت اپنی اس برگزیدہ بندی کے آزمائش کے دن ختم کر کے اپنا فیصلہ سنا دیتی ہے۔ بنو مغیرہ کے بزرگوں کے دلوں میں اپنے قبیلے کی اس مظلوم بیٹی کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا فرما دیتی ہے۔ قبیلہ کا جرگہ فیصلہ کرتا ہے کہ "ہم نے پیار سے، ڈانٹ سے، مار کر، غرض ہر طرح سے کوشش کر لی، یہ لڑکی واپس ہمارے دین کی طرف نہیں آتی، اور نہ ہی اب اس کے آنے کی کوئی امید ہے بلکہ ہمارا قبیلہ اس نوجوان لڑکی کی روزانہ کی آہ وزاری اور گریہ زاری سے بدنام ہو رہا ہے، پورے مکہ میں اس خاتون کی ممتا کی داستانیں ہمارے چہروں پر کالک مل رہی ہیں، چنانچہ اس کی پابندیاں ختم کر کے اسے فوری مکہ بدر کر دیا جائے۔"

ادھر دوسری طرف بنو عبدالاسد کے لوگ معصوم بچے کی روزانہ کی چیخ و پکار سے پریشان تھے۔ بچے کی ہر وقت ماں باپ کو یاد کرنے کی معصومانہ فریادیں، قبیلہ کی ماؤں کے دلوں میں ہمدردیاں پیدا کر رہی تھیں۔ اکثر خواتین کا خیال تھا، کہ اسے ماں کے حوالے کر دیا جائے۔ بچے کی ماں کے بارے میں بنو مغیرہ کے فیصلے نے ان کی مشکل آسان کر دی۔

ماں بیٹے کے ملاپ کا روح پرور منظر:۔

پھر ایک دن مکہ کی ابر آلود صبح نے ماں بیٹے کے ملاپ کا روح پرور منظر دیکھا، تو وہاں موجود لوگوں کے علاوہ آسمانوں سے بادلوں کے آنسو بھی بارش کی صورت میں برس پڑے۔ اب مکے میں ایک ایک منٹ قیامت سے کم نہ تھا۔ قبیلے اور خاندان کے اپنوں نے ماں بیٹے کو ایک مریل سے اونٹ پر بٹھا کر مدینہ جانے والی انجان سنسان اور پرخطر راہوں پر چھوڑ دیا۔

نامعلوم راستے اور تنہا سفر:۔

سنگلاخ بیاباں وادیوں میں نامعلوم راستوں کے یہ راہی، زندگی میں پہلی بار، اکیلے نکلے تھے، قدم قدم پر جان وعزت کے لٹنے کا ڈر..... جان کے دشمن کفار، کسی بھی لمحہ کچھ بھی کر سکتے ہیں، خوف وگھبراہٹ ام سلمہؓ کے چہرے پر عیاں ہے..... پچھلی دفعہ تو ابوسلمہؓ ساتھ تھے، لیکن آج تو بالکل اکیلی ہیں۔ ابھی یہ خیالات آ ہی رہے تھے، کہ اللہ کا ایک فرمان یاد آ گیا۔

ترجمہ: "اللہ اپنے بندے کی حفاظت کے لئے اس کے آس پاس ہے۔" (سورۃ الزمر آیت 36) یہ سوچ کر دل کو بڑا اطمینان ہوا۔

غیبی امداد:۔

ابھی مکہ سے چند کلومیٹر آگے ہی بڑھی تھیں کہ "تنعیم" کے مقام پر ایک بارعب آواز نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا "اے بنومغیرہ کی بیٹی! تم کہاں جا رہی ہو؟" یہ آواز کفار مکہ کے مشرک سردار، نبی محترم ﷺ کی جان کے دشمن، بیت اللہ شریف کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کی تھی..... اس نے ام سلمہؓ کو پہچان لیا تھا..... "میں اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں" ام سلمہؓ نے اپنی کانپتی آواز میں اعتماد پیدا کرتے ہوئے جواب دیا "تمہارے رشتہ دار تمہارے ساتھ کیوں نہیں ہیں؟" عثمان بن طلحہ کی بھاری آواز پھر گونجی "میرا مکہ میں میرے اللہ اور اس معصوم بچے کے علاوہ اور کوئی نہیں" جواب دیتے ہوئے ام سلمہؓ کی آواز بھرا گئی۔ "مگر میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دوں گا" ام سلمہؓ کی آواز کی تھرتھراہٹ نے نوجوان کو عجیب وغریب فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ پھر سورج کی چمکتی تیز کرنوں نے یہ منظر دیکھا کہ اسلام کا بدترین دشمن اللہ کے رسول ﷺ کے خون کا پیاسا، مکہ کا ایک سردار آگے بڑھا، اونٹ کی مہار پکڑی، اور پھر گرجا "میں تمہیں مدینہ چھوڑ کر آؤں گا"

رب کی نرالی شان:۔

اللہ کی شان نرالی ہے۔ جب وہ فرعون کے گھر موسیٰؑ کی پرورش کر سکتا ہے۔ نار کو نور اور گل وگلزار کر سکتا ہے۔ مچھلی کے پیٹ میں یونسؑ کو زندہ رکھ سکتا ہے۔ یوسفؑ کو کنویں سے نکال

کر تخت مصر پر بٹھا سکتا ہے۔ تو ایک کافر کے ہاتھوں امت مسلمہ کی نوجوان بیٹی کی حفاظت اس کے لئے کیا مشکل ہے؟۔

عثمان بن طلحہؓ ، شرافت وغیرت کے پیکر:۔

حضرت ام سلمہؓ اس سفر کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ " واللہ! میں نے عثمان بن طلحہ جیسا شریف انسان نہیں دیکھا۔ جب راستے میں کہیں پڑاؤ کرنا ہوتا، تو اونٹ کو بٹھا کر کسی درخت کی اوٹ میں چلا جاتا، میں اور سلمہ اتر جاتے تو وہ اونٹ کو جھاڑیوں کی طرف چرانے لے جاتا، اور جب کوچ کا وقت ہوتا، تو اونٹ کو لا کر بٹھا دیتا، اور خود درخت کی اوٹ میں ہو جاتا، یہاں تک کہ مختلف منزلوں پر قیام کرتے ہوئے، اس طویل سفر کے اختتام پر پہنچے۔ مدینہ کے قریب "قبا" کی آبادی پر نظر پڑی، تو مکہ کے اس مشرک سردار نے محبت اور عقیدت بھرے لہجے میں مجھ سے کہا، "ام سلمہؓ! "یہ سامنے قبا کی بستی ہے، اور یہاں سے ہی "مدینہ" شروع ہو جاتا ہے۔ میں اس سے آگے نہیں جا سکتا۔ یہ میرے دشمنوں کی بستی ہے، تم بے خطر ہو کر چلی جاؤ۔ یہ سب تمہارے اللہ کو ماننے والے لوگ ہیں، آگے جا کر کسی سے بھی "عبداللہ ابو سلمہؓ" کا پتہ معلوم کر لینا"۔ عثمان بن طلحہ، حضرت ام سلمہؓ کو مدینہ طیبہ تک چھوڑ کر خود اسی طرح فوراً پیدل واپس مکہ روانہ ہو گئے۔ فتح مکہ کے وقت، عزت وشرافت، غیرت وحمیت اور محبت کے پیکر یہ خوش قسمت انسان مشرف بہ سلام ہوئے اور ان کا شمار مشہور صحابہ کرامؓ میں ہوا۔ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ جس کو ہدایت دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔" (سورہ انعام آیت 125)۔

حضرت ام سلمہؓ جب قبا پہنچیں، تو لوگ بڑے حیران ہوئے اور حیرت سے پوچھا "تم اکیلی کس طرح مکہ سے مدینہ پہنچ گئیں؟" جب ان کو یہ پتہ چلا کہ یہ مشہور رئیس مکہ، ابوامیہ سہیل کی صاحبزادی ہیں، تو اور بھی حیران ہوئے، کیونکہ ابوامیہ سہیل پورے عرب میں سخاوت وفیاضی میں خاصی شہرت رکھتے تھے۔

مدینہ ہجرت کرنے والی سب سے پہلی صحابیہؓ:۔

مورخ کے مطابق، ام سلمہؓ وہ پہلی خاتون ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے مکہ سے مدینہ

ہجرت کی۔ ابوسلمہؓ نے جدائی کے یہ دن بڑے دکھ اور تکلیف میں گزارے۔ وہ ہر وقت اللہ سے اپنے اہل وعیال کے ملاپ کی دعائیں کرتے، اب اپنے بیوی بچوں کو پا کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔

ابوسلمہؓ کا انتقال:۔

حضرت ام سلمہؓ کے ابوسلمہؓ سے ۴ بچے ہوئے دو بیٹے "سلمہ" اور "عمر" دو بیٹیاں "زینب" اور "درہ" یہ سب صحابیت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ حضرت ابوسلمہؓ بڑے نڈر اور جانباز مجاہد تھے۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں بڑی شجاعت و بہادری سے مشرکین کا مقابلہ کیا۔ غزوہ احد میں کفار کے زہر میں ڈوبے ہوئے تیر سے شدید زخمی ہوئے اور 4 ہجری میں اسی زہریلے زخم کی وجہ سے مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے۔

دعا کا اثر:۔

حضرت ابوسلمہؓ وفات سے کچھ دن پہلے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے گھر آئے، تو ام سلمہؓ سے فرمایا کہ "آج میں نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے۔ وہ یہ ہے" کہ "اگر کسی کو کوئی مصیبت آجائے اور وہ اللہ کے سامنے انا للہ وانا علیہ راجعون پڑھنے کے بعد یہ دعا کرے "اے اللہ! مجھے اس مصیبت سے نجات عطا فرما، اور میرا جو نقصان ہوا ہے، مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما" تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد بھی فرماتا ہے، اور اس کو بہتر نعم البدل بھی عطا فرماتا ہے"۔ ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد ام سلمہؓ نے اس دعا کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ لیکن وہ اکثر سوچا کرتی تھیں، کہ ابوسلمہؓ میں جتنی خوبیاں تھیں، اتنی خوبی والا اب کون ہوسکتا ہے؟۔

ابوسلمہؓ نے ام سلمہؓ کو ایک مرتبہ نصیحت فرمائی تھی کہ "اے ام سلمہؓ! اگر مجھے موت آجائے تو تم دوسری شادی کر لینا" ام سلمہؓ نے سختی سے کہا کہ "نہیں میں ایسا نہیں کروں گی" اس پر انہوں نے کہا کہ "یہ میرا حکم ہے۔" ابوسلمہؓ کے انتقال پر حضور ﷺ آپ کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ انکی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھیں بند کیں، اوران کی نماز جنازہ میں 9 تکبیریں پڑھیں۔ صحابہؓ نے نماز کے بعد زیادہ تکبیریں پڑھنے کی وجہ پوچھی، فرمایا "یہ ہزار تکبیروں کے مستحق تھے" جب حضرت ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا، تو ان کے

لبوں پر یہ الفاظ تھے "یا اللہ میرے کنبہ کی اچھی نگہداشت فرمانا"

حرم نبوتؐ میں آمد:۔

روایت میں ہے کہ حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت حضرت ام سلمہؓ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد عدت کی معیاد گزر گئی، تو حضرت ابوبکرؓ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا، مقصد یہ تھا کہ ان کے بچوں کی بہتر پرورش ہوسکے، لیکن آپؓ نے انکار کردیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی دعوت لے کر ان کے گھر گئے۔ ام سلمہؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح میرے لئے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔ لیکن میرے مزاج میں غصہ ہے۔ اگر کبھی میں نے کوئی بات کہہ دی، تو میرا دین اور دنیا دونوں تباہ ہوجائیں گے۔ پھر میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ نہ کریں اور ان کی عبادت میں خلل نہ آئے۔ اس کے علاوہ میری عمر بھی ڈھل رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں بتائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ ام سلمہؓ کے غصے کو حلم میں تبدیل کردے گا، ان کے بچے میری سرپرستی میں ہونگے، اور میں خود ان سے عمر میں بڑا ہوں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب سے ام سلمہؓ مطمئن ہوگئیں اور یوں ماہ شوال 4 ہجری کو آپؓ کاشانہ حرم نبویؐ میں داخل ہوگئیں۔ اس وقت آپؓ کی عمر 29 سال تھی۔ جس وقت ام سلمہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اس سے پہلے حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ والا مکان انہیں دیدیا، جس میں دو چکیاں، ایک گھڑا اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی موجود تھا۔

نام و نسب:

حضرت ام سلمہؓ کا نام ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخدوم ہے۔ آپؓ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ تھا۔ آپؓ کا پہلا نکاح عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا، جو زیادہ تر "ابوسلمہؓ" کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت ام سلمہؓ کے والد ابوامیہ کا شمار مکہ کے رئیسوں میں ہوتا تھا۔ ان کی فیاضی وسخاوت کا یہ عالم تھا، کہ کسی سفر میں جاتے تو پورے قافلے کے اخراجات خود برداشت کرتے، اس وجہ سے ان کا لقب "زادالمراکب" پڑ گیا تھا۔ آپؓ ابوجہل بن

ہشام کی چچازاد بہن تھیں۔آپ کے ایک چچازاد بھائی حضرت خالدؓ بن ولید تھے۔(ابن ہشام)۔

حضرت ابولبابہؓ کو خوشخبری سنانا:۔

محاصرہ بنو قریظہ (5 ہجری) میں یہود سے گفتگو کے لئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کو بھیجا۔ابولبابہؓ سادہ دل انسان تھے۔دوران گفتگو حضرت ابولبابہؓ نے غیر ارادی طور پر ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ تم سب قتل کئے جاؤ گے۔بعد میں ان کو اس افشائے راز کا احساس ہوا تو بڑے نادم ہوئے۔اور خود کو مسجد نبویؐ میں ریاض الجنۃ میں موجود ایک ستون سے باندھ لیا اور توبہ استغفار کرنے لگے۔چند دن اسی حالت میں گزرے۔یہاں تک کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔قبولیت کی اس وحی کے وقت نبی برحق ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے مکان پر تشریف فرما تھے صبح کو آپ ﷺ مسکراتے ہوئے اٹھے، تو ام سلمہؓ بولیں "اللہ آپؐ کو ہمیشہ ہنسائے، اے اللہ کے رسول ﷺ اس وقت ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" اللہ نے ابولبابہؓ کی توبہ قبول کر لی ہے" ام سلمہؓ نے عرض کیا، اگر آپ ﷺ اجازت دیں، تو میں ان کو یہ خوشخبری سنا دوں؟ فرمایا" ہاں ! اگر تم چاہو" تو حضرت ام سلمہؓ نے اپنے ہجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکار کر کہا" ابولبابہؓ مبارک ہو، تمہاری توبہ قبول ہو گئی ہے" یہ خوشخبری سن کر صحابہ کرامؓ انہیں مبارک باد دینے کے لئے مسجد نبوی میں جمع ہو گئے (زرقانی۔ابن سعد)۔

صائب الرائے صحابیہؓ:۔

ذیقعد 6 ہجری! یہ تاریخی مقام "حدیبیہ" ہے۔نبی اکرم ﷺ عمرے کی نیت سے مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں۔1400 (چودہ سو) صحابہ ساتھ ہیں، سب احرام پہنے ہوئے ہیں۔قربانی کے جانور بھی ساتھ ہیں۔مشرکین مکہ آپ ﷺ کو آگے جانے سے منع کر دیتے ہیں۔حدیبیہ کے مقام پر مشرکین سے ایک معاہدہ ہوتا ہے۔جو تاریخ میں "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس معاہدے کو "فتح مبین" قرار دیا۔ترجمہ:" بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی" (سورہ الفتح آیت 1) معاہدہ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے تمام افراد کو حکم دیا، کہ وہ

قربانی کے بعد احرام کھول لیں، مگر حیران کن بات یہ ہوئی، کہ کسی ایک نے بھی اس پر عمل نہ کیا۔ پوری اسلامی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا، کہ جب صحابہ آپ ﷺ کے حکم پر ٹس سے مس نہ ہوئے، ورنہ تو حکم کی تعمیل میں پہل لے جانے کے لئے صحابہ دوڑ پڑتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی لیکن کوئی بھی آمادہ نہ ہوا، دراصل بات یہ تھی، کہ معاہدے کی تمام شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ اس لئے تمام لوگ نہایت رنجیدہ تھے۔ اس سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ ام سلمہؓ بھی تھیں۔ اس صورتحال پر آپ ﷺ دل گرفتہ ہو کر اپنے خیمے میں تشریف لائے اور ام سلمہؓ کو تمام صورتحال بتائی۔ جس کے جواب میں انہوں نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ خود پہل کیجئے پھر دیکھئے! انشاء اللہ آپ ﷺ کے تمام صحابہ آپ ﷺ کی اتباع کریں گے۔" چنانچہ آنحضور ﷺ نے خود پہل کی، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے تمام صحابہ جانور ذبح کرنے اور سر منڈوانے میں مصروف ہو گئے۔

صاحب اصابہ نے لکھا کہ وہ کامل العقل بھی تھیں اور صائب الرائے بھی۔ قرآن بہت عمدہ پڑھتی تھیں اور حضور ﷺ کے طرز پر پڑھنے کی خصوصی صلاحیت رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ "حضور ﷺ قرآن کیسے پڑھتے تھے؟" آپؓ نے جواب دیا کہ "ایک ایک آیت الگ الگ پڑھتے تھے"۔ اللہ نے آپ کو ظاہری و باطنی جمال وحسن کے ساتھ، علم و ذہانت، سخاوت، فصاحت و بلاغت، وسیع القلبی، اور پختہ رائے کی نعمتوں سے بھی نوازا تھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بڑی سختی سے پابندی کرتی تھیں۔ ہر ماہ کے تین دن پیر، جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھتیں۔

ازواج مطہراتؓ سے مشورے:۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کے علاوہ اپنی ازواجؓ سے بھی مشورہ کرتے اور ان کے مناسب مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں بہت سے ایسے واقعات ہیں، کہ جب آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہراتؓ سے اہم امور پر مشورے کئے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے مشورہ کیا۔ پھر ان کے مشورے پر عمل کیا۔

جس کے مفید اثرات سامنے آئے۔یوں حضرت ام سلمہؓ کی ذہانت، فطانت اور بلاغت بھی سامنے آگئی اور امت مسلمہ کو یہ پیغام بھی پہنچ گیا کہ تمام اہم امور پر اپنی رفیقہ حیات سے تبادلہ خیال کرنا ان سے مشورہ کرنا عین سنت ہے۔اس طرح معاملات کو سمجھنے اور سلجھانے کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔اسی طرح خانگی معاملات بشمول بچوں کی شادی بیاہ کے معاملات اور دیگر اہم امور پر اپنی شریک حیات کو اعتماد میں لے کر باہمی مشوروں سے فیصلے کرنے چاہیں، کہ یہ ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کو جواب:۔

9ہجری میں ایلا کا واقعہ پیش آیا، حضرت عمر فاروقؓ اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے اور انہیں تنبیہ کی کہ رسول اللہ ﷺ کو جواب نہ دیا کرو۔اس کے بعد وہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر پہنچے (یہ آپؓ کی رشتہ دار بھی ہوتی تھیں) دروازے پر دستک دی۔حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا" کون ہے "جواب دیا "میں عمرؓ ہوں"
آپؓ نے اندر بلا لیا اور کہا" عمرؓ کیا بات ہے کیسے آنا ہوا؟ " فرمایا "ام سلمہؓ! تم حضور ﷺ کو جواب نہ دیا کرو" ام سلمہؓ کو حضرت عمرؓ کی یہ بات بڑی ناگوار گزری غصہ سے فرمایا "عمرؓ میں دیکھتی ہوں، کہ تم ہر معاملے میں دخل دینے لگے ہو، یہاں تک کہ اب تم رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے معاملات میں بھی دخل دیتے ہو"۔حضرت عمرؓ کو ام سلمہؓ سے ایسے سخت اور خشک جواب کی امید نہ تھی لہٰذا خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔جب حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعے کی تفصیل بتائی تو حضور اکرم ﷺ بے اختیار مسکرا دیئے۔

اس واقعہ سے یہ واضح پیغام ملتا ہے کہ میاں بیوی کے معاملات میں بلا جواز دوسروں کو مداخلت سے گریز کرنا چاہیے ہمارے معاشرے میں یہ بات بڑی عام ہے بلکہ یہ اس معاشرے کا المیہ ہے کہ عزیز، رشتہ دار، دوست، احباب، میاں بیوی کے خانگی معاملات میں نہ صرف بلا جواز مداخلت کرتے ہیں، بلکہ عجیب وغریب ہدایات سے بھی نوازتے ہیں جس کی بدولت اکثر اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں "رائی کا پہاڑ" بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی عادت سے محفوظ فرمائے۔

سانحہ کربلا سے متعلق ایک خواب:۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مشہور کتاب مسند میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلمہؓ نے ایک دن خواب دیکھا کہ حضورﷺ خواب میں ان کے پاس آئے، تو حضورﷺ کے سر اور داڑھی مبارک گرد و غبار سے آلودہ تھے اور آپﷺ شدید غم زدہ تھے۔ ام سلمہؓ نے بے قراری سے پوچھا "یا رسول اللہﷺ یہ آپؐ کا کیا حال ہے؟" آپﷺ نے فرمایا "میں سیدھا مقتل حسین سے آ رہا ہوں" خواب نہایت پریشان کن تھا، حضرت ام سلمہؓ کی آنکھ کھلی تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ امام حسین شہید کربلا کا معصوم چہرہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ اور ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا، اہل عراق و کوفہ نے حسین کو شہید کر دیا۔ خدا ان کو قتل کرے، اور حسینؓ سے بے وفائی کرنے والوں پر سخت سے سخت عذاب نازل کرے۔ نواسہ رسولﷺ، علی شیر خداؓ کا لخت جگر، سیدہ فاطمہؓ کا نور نظر، امام حسینؓ کی کربلا میں شہادت کا واقعہ 61 ہجری میں پیش آیا۔ حضرت ام سلمہؓ اس واقعہ کو یاد کر کے اکثر آبدیدہ ہو جایا کرتی تھیں۔ انہیں حسنؓ و حسینؓ سے نبی اکرمﷺ کی والہانہ محبت کا نہ صرف علم تھا، بلکہ وہ بارہا، نانا نواسوں کی محبتوں کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھیں۔

فضائل مناقب:۔

ایک مرتبہ آپؓ حضور اکرمﷺ کے پاس بیٹھی تھیں کہ جبریل امینؑ، حضرت وحیہ کلبیؓ کی شکل میں تشریف لائے اور رسول اللہﷺ سے باتیں کرنے لگے۔ جب وہ چلے گئے، تو حضورﷺ نے پوچھا کہ "ام سلمہؓ تم نے پہچانا یہ کون تھے" آپؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہﷺ یہ وحیہ کلبیؓ تھے۔" حضورﷺ نے جواب دیا کہ "یہ جبریل امینؑ تھے" (غالباً یہ واقعہ نزول حجاب سے قبل کا ہے)۔ حضرت ام سلمہؓ فصیح اللسان تھیں، ایک بار چند صحابہؓ نے آپؓ سے دریافت کیا کہ حضورﷺ کی اندرونی زندگی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں، ان کی یہ بات سن کر آپؓ نے فرمایا کہ "حضورﷺ کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔"

جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، تو آپؓ نے انہیں یہ واقعہ بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا "تم نے صحیح کہا"۔ علامہ ابن حکیم لکھتے ہیں، کہ ان کے فتوی کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام فتویٰ متفق علیہ ہیں۔

وصال مبارک:۔

حضرت ام سلمہؓ کا انتقال تمام ازواج مطہراتؓ کے بعد 63 ہجری میں ہوا۔ اس وقت آپؓ کی عمر 84 سال تھی۔ اس زمانے میں ولید بن عقبہ (ابوسفیان کا پوتہ) مدینہ کا گورنر تھا۔ روایت میں ہے کہ آپؓ نے وصیت کی تھی کہ وہ میری نماز جنازہ نہ پڑھائے۔ اس لئے وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور اس نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بھیج دیا۔ جنہوں نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؓ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا (طبرانی) آپؓ سے 378 احادیث مروی ہیں۔ فضل وکمال میں حضرت عائشہؓ کے بعد ان کا درجہ مسلم ہے۔

رشد وہدایت کا انمول خزینہ:۔

امہات المومنینؓ کا اسوہ حسنہ ہم سب کے لئے رشد وہدایات کا انمول خزینہ ہے۔ جس میں زندگی کے ہر ہر موڑ پر انکے عزم واستقلال کی بیش وبہا کہانیاں بکھری نظر آتی ہیں۔ میدان جنگ ہو یا زخمیوں کی خدمت، کاروبار ہو یا صنعت حرفت، درس وتدریس ہو یا علمیت وخطابت کا میدان، قرآن وحدیث کی تفسیر ہو یا عبادت وریاضت، مذہبی معاملات ہوں یا اخلاق وتمدن کا درس، ایثار وقربانی ہو یا اجتہاد وفتویٰ، عدل وانصاف کا میدان ہو یا ظالم کے سامنے کلمہ حق، تعلیم و تربیت ہو یا علم وعمل، غربا وفقرا کے حقوق کی بات ہو یا زکواۃ کی تقسیم، اصلاح واحوال ہو یا اصلاح معاشرہ، سیاسی مشورے ہوں یا خلافت کی باتیں، خانگی معاملات ہوں یا معاشرتی مسائل، انفرادی پیچیدگیاں ہوں یا اجتماعی گتھیاں، غرض زندگی کا وہ کون سا پہلو ہے جو ان امہاتؓ کے حیات طیبہ میں موجود نہیں ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم انہیں پڑھیں ان پر عمل کریں اور اپنی زندگیوں میں خوشگوار تبدیلیاں لانے کی بھرپور کوشش کریں۔ امت کی ان ماؤں کا اسوہ حسنہ صرف خواتین ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں تمام مرد حضرات کے لئے بھی انمول حکمتیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

(ساتویں زوجہ رسول ﷺ)

ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ

جن کا نکاح اللہ نے اپنے محبوب ﷺ سے آسمانوں میں کیا

امام الانبیاء سرکار دو جہاں، شہنشاہ کون و مکاں، سرور کائنات، سید المرسلین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت زید بن حارثہؓ تشریف لاتے ہیں۔ آج کچھ تھکے تھکے سے بجھے بجھے سے لگ رہے ہیں۔ چہرے پر رنجیدگی اور فکر کے آثار پا کر سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ " کیا بات ہے زید کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو؟" حضور اکرم ﷺ کا اپنے صحابہ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ان کی اندرونی کیفیت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے۔ " جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ میری اہلیہ مجھ سے خوش نہیں رہتی ہیں، حالانکہ میں بڑی کوشش کرتا ہوں، اب میں چاہتا ہوں کہ انہیں طلاق دیدوں" آخری جملہ کہتے ہوئے حضرت زیدؓ بڑے افسردہ ہو گئے " مگر یہ تو کوئی اچھا عمل نہیں ہے، اللہ نے طلاق کو انتہائی نا پسندیدہ فعل قرار دیا ہے، تم انہیں طلاق نہ دو" حضور ﷺ حضرت زیدؓ کو سمجھاتے ہیں۔

حضرت زیدؓ کا مرتبہ:۔

صحابہ کرامؓ میں حضرت زید بن حارثہؓ کا بڑا مرتبہ ہے۔ یہ شروع کے چند مسلمانوں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت زیدؓ ایک آزاد اور معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن بد قسمتی سے ان کو بچپن میں اغوا کر لیا گیا تھا اور پھر انہیں مکہ میں لا کر فروخت کر دیا گیا۔ اس معصوم اور بھولے بھالے بچے

کو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی کی خدمت میں پیش کر دیا، حضور اکرم ﷺ اور حضرت خدیجہؓ نے انہیں اپنا بیٹا بنا لیا، حضرت زیدؓ بھی حضرت خدیجہؓ کو اپنی ماں ہی سمجھتے تھے، اور ان کی بیٹیوں سے بہنوں کی طرح محبت کرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ حضرت زیدؓ کو دیکھتے تو اپنی عظیم محسنہ اور خدمت گزار بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ یاد آجاتیں اس حوالے سے بھی آپ ﷺ حضرت زیدؓ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ لوگ حضرت زیدؓ کو زید بن محمد ﷺ ہی کہا کرتے تھے لیکن جب سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ: "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں" (احزاب: 40) اس کے ساتھ ہی حکم ہوا ترجمہ:۔ "مومنو! لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کے نام سے پکارا کرو، کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے" (سورہ احزاب: 5) تو صحابہؓ نے انہیں زید بن حارثہؓ کہنا شروع کیا۔

نام ونسب:۔

حضرت زینب بنت جحشؓ کی کنیت ام الحکم تھی۔ آپؓ خاندان بنی ہاشم سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن سعد بن خزیمہ۔ آپؓ کی والدہ امیمہ حضرت عبدالمطلب کی بیٹی اور حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ یوں آپؓ حضور ﷺ کی پھوپھی زاد بہن ہوئیں۔ آپؓ قدیم الاسلام تھیں۔ خاندان بنو ہاشم کو تولیت کعبہ کی وجہ سے عربوں میں بڑی عزت و مرتبہ اور اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ پورے حجاز میں کوئی بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

حضور ﷺ کی خواہش:۔

حضرت زینبؓ نے بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔ انہیں اپنے شان و شوکت اور اعلیٰ نسب پر بڑا ناز تھا۔ پھر اللہ نے ظاہری حسن اور باطنی خوبصورتی سے بھی نوازا تھا۔ ان کے مقابلے میں اگر چہ کہ زیدؓ ایک آزاد خاندان کے فرزند تھے۔ لیکن ان پر غلامی کا داغ چسپاں تھا، اور اس وقت کے جاہلانہ دور میں اس بات کا تصور نہیں تھا کہ قریش کے کسی اچھے گھرانے کی دوشیزہ کا

نکاح کسی غلام سے کر دیا جائے۔ جبکہ حضرت زینبؓ کے خاندان کا تو رتبہ اور مرتبہ بہت ہی بلند و ارفع تھا۔ حالانکہ حضرت زیدؓ نہایت نیک متقی اور صالح مسلمان تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی خواہش تھی، کہ انکا نکاح حضرت زینبؓ سے ہو جائے۔ اس نکاح کی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی، کہ نبی برحق ﷺ چاہتے تھے، کہ عوام و خواص کو یہ پیغام پہنچے، کہ اسلام میں حسب نسب، شان و شوکت، امیر غریب، کالے گورے، چھوٹے بڑے، آقا و غلام میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ سب برابر ہیں، ہاں اگر کوئی امتیاز ہے، تو وہ صرف تقویٰ کی بناء پر، اور تقویٰ ہی بزرگی کا معیار ہے۔ اس کے علاوہ مورخین نے جو دوسری وجہ لکھی ہے، وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ چاہتے تھے، کہ حضرت زیدؓ، حضرت زینبؓ کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیں۔

حضرت زیدؓ سے نکاح:۔

نبی اکرم ﷺ نے جب ان کے گھر حضرت زیدؓ کے رشتے کا پیغام بھجوایا تو حضرت زینبؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میں زیدؓ کو پسند نہیں کرتی، کیونکہ وہ آزاد کردہ غلام ہیں۔" حضرت زینبؓ کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے بھی اس رشتے سے انکار کیا۔ حضور ﷺ کی اس رشتے کے سلسلے میں ابھی گفت و شنید چل ہی رہی تھی کہ رب کعبہ نے وحی کے ذریعے اپنے احکامات نازل فرما دیئے "ترجمہ:۔ "اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا حکم دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑا" (سورہ احزاب آیت 36) ان آیات مبارکہ میں اللہ جل شانہ کے واضح اور سخت حکم کے بعد حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی نے حضور اکرم ﷺ سے کہا "یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے ان واضح احکامات کے بعد ہماری یہ مجال نہیں ہے کہ ہم اپنے فیصلے پر قائم رہیں اور گناہ کے مرتکب ہوں لہٰذا ہم اس نکاح پر راضی ہیں۔" یوں نبی برحق ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کر دیا۔

ذہنی ہم آہنگی کا فقدان:۔

حضرت زینبؓ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کے پیش نظر حضرت زیدؓ سے

نکاح تو کرلیا لیکن دونوں میں ذہنی ہم آہنگی پیدا نہ ہوسکی گھر میں تلخیاں اور رنجشیں بڑھتی رہیں۔ دراصل یہ سب منجانب اللہ تھا۔ حضرت زیدؓ جب بہت زیادہ پریشان ہو جاتے تو آنحضورﷺ کو حضرت زینبؓ کی جانب سے کی جانے والی زیادتیوں کی شکایت کرتے، اور مشورہ طلب کرتے۔ آپﷺ انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے مشورہ دیتے، کہ کسی بھی طرح نباہ کی کوشش کرو، اور طلاق جیسے ناپسندیدہ فعل سے دور رہو، اسی طرح ایک سال بیت گیا۔

آسمانوں پر حضورﷺ سے نکاح:۔

اللہ رب العالمین نے اپنے محبوبﷺ کو یہ بات بتا دی تھی کہ زیدؓ حضرت زینبؓ کو طلاق دیں گے، اور زینبؓ آپﷺ کے نکاح میں آئیں گی۔ چوں کہ یہ اللہ رب العزت کا فیصلہ تھا، لہٰذا اللہ نے ان دونوں کے دلوں میں محبت کے جذبات ختم کر دیئے تھے۔ ایک سال کی مسلسل ناچاقی کے بعد حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی۔ حضرت زینبؓ کی عدت ختم ہوگئی تو اللہ نے سورہ احزاب کی یہ آیت نزول فرمائیں۔ "ترجمہ:۔

"اور جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا (یہ) کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ رکھے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو پھر جب زیدؓ نے اس سے (کوئی) حاجت (تعلق) نہ رکھا (یعنی اس کو طلاق دیدی تو ہم نے اس سے تمہارا نکاح کر دیا تاکہ مومنوں کے لئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کے بارے) میں جب وہ ان سے (اپنی) حاجت (تعلق) نہ رکھیں (یعنی طلاق دیدیں) کچھ تنگی نہ رہے اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا" (سورہ احزاب: آیت 37)

جاہلیت کی رسم، متبنٰی کا خاتمہ:۔

آیت مذکورہ سے یہ بات کھل کر واضح ہوگئی کہ یہ سب اللہ کی مرضی سے ہو رہا تھا۔ دراصل رب العالمین کا مقصد معاشرے کی ایک بڑی برائی کا خاتمہ تھا اور اس اہم کام کے لئے

اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے گھر کو منتخب کیا تھا۔ لہٰذا جب زیدؓ اور زینبؓ کے درمیان طلاق ہوگئی، تو اللہ نے حضرت زینبؓ کی دل شکنی کے تدارک، ان کی دلجوئی اور ان کے ذریعے اس بُری رسم کے ہمیشہ خاتمہ کے لئے حضور ﷺ سے نکاح فرما دیا۔ اس وقت عرب میں لوگ منہ بولے بیٹے کی منکوحہ سے نکاح اسی طرح حرام سمجھتے تھے۔ جس طرح حقیقی بیٹے کی بیوی سے یہ رسم پورے معاشرے میں سرائیت کر چکی تھی۔ لیکن اللہ کا مقصد اب اس جاہلانہ رسم کا خاتمہ تھا۔ اللہ رب العزت کو علم تھا، کہ یہ کام اگر حضور ﷺ خود کریں گے، تو لوگوں پر اس کے اثرات زیادہ پڑیں گے۔ اپنے محبوب ﷺ کے کام کو آسان کرنے کے لئے اللہ نے حضور ﷺ کا نکاح عرش معلیٰ پر فرما کر مذکورہ آیت کے ذریعے آپ ﷺ کو اطلاع کر دی۔

حضرت زینبؓ حرم نبویؐ میں:۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ کے ذریعے حضرت زینبؓ کو اطلاع کروائی۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ "میں کوئی کام بغیر استخارہ کے نہیں کرتی۔" ابھی وہ نماز کے لئے کھڑی ہی ہوئی تھیں کہ حضور اکرم ﷺ حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لائے، حضرت زینبؓ نے ذرا تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا" یا رسول اللہ ﷺ! آپ بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا " اللہ نکاح کرنے والا اور جبرئیل گواہ ہیں "یوں 5 ہجری میں حضرت زینبؓ بنت جحشؓ حضور ﷺ کے کاشانہ حرم نبوی میں داخل ہو کر ازواج مطہراتؓ کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئیں۔

دعوت ولیمہ:۔

سرکار دو عالم ﷺ نے دوسرے دن ولیمہ کی دعوت فرمائی، جس میں روٹی اور بکرے کے گوشت کا سالن تھا، حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ نے ملیدہ بنا کر بھجوایا۔ یہ بڑی شاندار اور سادہ دعوت تھی، جس میں 300 افراد چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں آ کر کھانا کھا کر جاتے رہے۔ لیکن آخر میں کچھ صحابہ کھانا کھانے کے بعد اسی جگہ پر بیٹھ کر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ کیونکہ یہ چھوٹا سا حجرہ تھا، لہٰذا حضرت زینبؓ بھی ایکؒ کونے میں دیوار کی طرف منہ کئے گھڑی بنی الگ

تھلگ بیٹھی تھیں۔ حالانکہ سب لوگ کھانا کھا کر جا چکے تھے۔ لیکن یہ چند صحابہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو بڑی کوفت ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ بار بار اٹھتے ادھر اُدھر جاتے۔ لیکن مروت اور لحاظ میں خاموش رہتے۔ آخر کار حضور ﷺ کے اضطراب کو چند صحابہؓ نے محسوس کیا اور وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ دیگر ازواجؓ کی طرف چلے گئے تھے۔ حضرت انسؓ نے آپ ﷺ کو سب کے جانے کی اطلاع دی، لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے محبوب ﷺ کا یوں پریشان ہونا پسند نہ آیا۔

سورہ احزاب کی آیات کا نزول:۔

اللہ نے حضرت جبرئیل کو وحی دیکر بھیجا اور سورہ احزاب کی آیات 53 اور 54 کا نزول فرمایا:

ترجمہ:۔ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نبی کے گھروں میں بن بُلائے مت جایا کرو، اور نہ کھانے کے انتظار میں بیٹھے رہو۔ ہاں جب تمہیں کھانے پر بُلایا جائے (اور کھانا تیار ہو جائے) تب جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے مگر وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ صاف صاف بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے نبی کو تکلیف دو اور نہ ہی جائز ہے۔ کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ تم خواہ کسی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ (احزاب: 54:53)

پردے کے احکامات:۔

نبی اکرم ﷺ ابھی گھر میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل امینؑ پردے کے احکام لے کر حاضر ہو گئے۔

ترجمہ:۔ "اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونہوں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لئے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (سورہ احزاب: آیت 59)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ نے تمام ازواجؓ کے حجروں کے دروازوں پر پردے لٹکوادیئے۔ سب سے پہلا پردہ حضرت زینبؓ کے حجرے کے باہر لٹکایا گیا۔ اسی طرح اللہ رب العالمین نے حضرت زینبؓ کے ذریعے امت کے بہت سارے معاشرتی مسائل کے بارے میں دوٹوک قوانین بنا کر ہمیشہ کے لئے رہنمائی فرمادی جو مسلمانان عالم کی خانگی زندگیوں میں سکون اطمینان اور آسانیاں پیدا کرنے کا باعث بنیں۔

قرآن میں عورت کا مقام:۔

قرآن نے عورت کو جو عزت و مقام دیا ہے وہ دنیا کے کسی اور مذہب میں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ اگر عورت ماں ہے تو اس کے قدموں تلے جنت رکھ دی۔ اگر بیوی ہے تو اسے گھر کی ملکہ بنادیا۔ اور بیٹی ہے تو اتنی مقدس کہ فرشتے اس کی حرمت کی حفاظت اور اس کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ اگر حقوق نسواں کی جدو جہد کرنے والی ہماری بہنیں اور بیٹیاں اللہ کی مقدس کتاب میں بیان کردہ خواتین کے حقوق اور احکامات کو اپنا منشور بنالیں تو یقیناً حقوق نسواں کی ان کی تحریک نہ صرف دنیا کی تمام خواتین کے دل کی آواز ہوگی بلکہ ان کے لئے مشعل راہ بھی ہوگی۔ اس طرح دنیا بھر میں خواتین کے بارے میں اسلام کی صحیح اور سچی تصویر پیش کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کر پائیں گی۔ جو دین اور دنیا میں ان کی کامیابی اور کامرانی کا باعث بنے گی، انشاء اللہ۔

شہد نوش فرمانا:۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کا گھر ہے۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد نبی محترم ﷺ تشریف لاتے ہیں۔

"یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس بہت عمدہ شہد آیا ہے، آپ ﷺ نوش فرمائیں گے"
حضرت زینبؓ بڑی اپنائیت اور محبت سے دریافت فرماتی ہیں۔ "ہاں زینبؓ! تم جانتی ہو شہد مجھے مرغوب ہے۔" اللہ کے رسول ﷺ رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت زینبؓ جلدی سے شہد لاتی ہیں۔ آپ ﷺ نوش فرماتے ہوئے تعریف کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ بعد نماز عصر کھڑے کھڑے تمام ازواج مطہراتؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کا انتظار کیا کرتی تھیں۔ آج حضرت زینبؓ کے گھر زیادہ ٹھہرنے پر حضرت عائشہؓ کو تجسس ہوا، معلوم کیا تو پتہ چلا، کہ آپ ﷺ شہد نوش فرما رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رشک آیا، میں نے حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ حضور ﷺ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں، وہ یوں کہے، کہ آپ ﷺ نے مغافیر نوش فرمایا ہے (مغافیر ایک گوند ہے جو کریہ الرائح ہے) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے تو شہد پیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ کے پاس چوں کہ فرشتے تشریف لاتے رہتے تھے، اور ویسے بھی آپ ﷺ کو کسی بھی قسم کی بو سخت ناپسند تھی، لہٰذا آپ ﷺ نے قسم کھالی، کہ میں آئندہ شہد نہیں کھاؤں گا، اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے تاکید فرمادی، کہ زینبؓ کو نہ بتانا، ورنہ اسے رنج ہوگا، لیکن ان بی بی نے یہ بات دوسری کو بتادی۔ یہ واقعہ سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کے نزول کا سبب بنا۔

امت مسلمہ کے مردوں کے لئے پیغام:۔

اس واقعہ میں امت مسلمہ کے تمام شوہروں کے لئے کتنا بڑا سبق پوشیدہ ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لئے۔ جو اپنی بیویوں کو کم تر سمجھتے۔ اور ان سے ہتک آمیز سلوک روا رکھتے ہیں۔ جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ صنف نازک کو جہاں اللہ نے نزاکت نفاست عطا فرمائی۔ وہاں اسے حساس دل کے ساتھ شرم و حیا کا زیور بھی عطا فرمایا، اور صبر و وفا کی پتلی بھی بنایا۔ یہ ہر شوہر کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ اپنی بیوی کے احساسات و جذبات کا اسی طرح خیال رکھے۔ جس طرح آقائے دو جہاں رحمت دو عالم۔ شہنشاہ ارض و مکاں حضور تاجدار مدینہ ﷺ اپنی بیویوں کا رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان کے درمیان بہترین عدل و انصاف قائم رکھتے۔ اور ان میں سے

کسی کو کبھی کسی بھی قسم کی محرومی کا احساس نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک سفر کے دوران خواتین اونٹوں پر بیٹھی تھیں۔ اونٹ چلانے والوں نے اونٹوں کی رفتار تیز کر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اونٹوں کو آرام سے چلاؤ! ان پر آبگینے بیٹھے ہیں۔" اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ بوجھ اور عقل سلیم عطا فرمائے اور ہم امہات المومنینؓ کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے ایک دوسرے کی عزت و احترام کا خیال رکھیں۔ اس طرح ہم اپنے گھر کو جنت نظیر بنا سکیں گے۔

سیدہ زینبؓ کی عظمت اور اعلیٰ کردار:۔

واقعہ افک میں جب عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان لگایا تو بد قسمتی سے چند صحابہ بھی منافقین کے اس مکروہ پروپگنڈے کا شکار ہوئے۔ جن میں حضرت زینبؓ کی بہن حضرت حمنہ بنت جحشؓ بھی شامل تھیں۔ مورخین کے خیال میں شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت عائشہؓ ان کی بہن کی سوتن تھیں۔ لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ نے جب حضرت زینبؓ سے حضرت عائشہؓ کے بارے میں معلوم کیا تو آپؓ نے فرمایا "یارسول اللہ ﷺ! میں نے عائشہؓ میں بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہ پایا۔ میں عائشہؓ کے بارے میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں جانتی کہ وہ بہت بلند اخلاق کی مالک اور بہترین خاتون ہیں"۔ یہ سچائی ایمانداری اور خوف خدا کے جذبے سے سرشار حضرت زینبؓ کی عظمت اور ان کے اعلیٰ کردار کی ایک جھلک ہے۔

منفرد و اعلیٰ اعزاز:۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنینؓ حضرت زینبؓ دوسری ازواجؓ کو بڑے فخر سے بتایا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تو گھر والوں نے کیا، لیکن میرا نکاح اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا، اور حضرت جبرئیلؑ میرے گواہ تھے، یہ منفرد اعزاز تمام ازواج مطہراتؓ میں صرف حضرت زینب بنت جحشؓ ہی کو حاصل ہوا۔ ام المومنین حضرت زینبؓ کا پہلے نام "برہ" تھا، جسے حضور اکرم ﷺ نے تبدیل فرما کر "زینب" رکھ دیا تھا، آپؓ کی کنیت ام الحکم ہے۔ آپؓ نے ابتدائی زمانے میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ کتب احادیث میں آپؓ سے صرف گیارہ روایتیں منقول ہیں۔

وصال شریف:۔

نبی محترم ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے جن زوجہ محترمہ کا انتقال ہوا وہ ام المومنین حضرت زینبؓ تھیں۔ حضور ﷺ کے وصال کے تین سال بعد 53 سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت تھا۔ انتقال کے روز مدینہ میں شدید گرمی پڑی تھی، لہٰذا حضرت عمر فاروقؓ نے قبر کی جگہ پر خیمہ نصب کروادیا تھا، تاکہ قبر کی کھدائی اور تدفین کے دوران دھوپ کی تپش کچھ کم ہوجائے۔ نماز جنازہ حضرت عمر فاروقؓ نے پڑھائی اور آپؓ کے بھانجوں نے آپؓ کو قبر میں اتارا۔ حضرت زینبؓ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں "کہ میں نے زینبؓ سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، مخیّر اور خدا کی رضاجوئی میں زیادہ سرگرم کوئی اور نہ دیکھا۔" (صحیح مسلم)

سخاوت وفیاضی:۔

حضرت زینبؓ، ازواج مطہراتؓ میں سے سے زیادہ فیاض تھیں، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں میں بے دریغ مال خرچ کیا کرتی تھیں۔ جتنا بھی وظیفہ ملتا تھا، اسے مستحق رشتہ داروں اور بے سہارا لوگوں میں تقسیم کردیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب زینبؓ کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقراء اور مساکین میں سخت کھلبلی مچ گئی اور وہ گھبرا گئے (ابن سعد) آپؓ فرماتی ہیں کہ "ازواج مطہراتؓ میں اگر کوئی میری برابری اور ہمسری کا دعوی کرسکتا ہے تو وہ زینبؓ ہیں۔"

حضور ﷺ سے نکاح اور حکمتیں:۔

حضور اکرم ﷺ سے ام المومنینؓ کے نکاح میں بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں، جنکو اللہ جل شانہ نے اس نکاح کے ذریعے اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے عام فرمایا ہے۔

☆ لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کے نام سے پکارا جائے۔

☆ جاہلیت کی رسم متبنٰی کا خاتمہ، لے پالک بیٹے حقیقی بیٹے نہیں ہوسکتے۔

☆ سورہ احزاب کی آیات کا نزول اور احکامات۔

☆ پردے کے بارے میں آیات کا نزول، جس میں پردے کے بارے میں تفصیلی احکامات جاری کئے گئے۔

☆ سورۃ تحریم کی ابتدائی آیات کا نزول اور احکامات

☆ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سب سے افضل ہے۔

امہات المومنینؓ کی حیات طیبہ ہمارے لئے روشن قندیلیں ہیں کہ جنکی پاکیزہ خوبصورت کرنوں سے ہم اپنی گھریلو زندگیوں کو خوشیوں کا گہوارہ بنا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(آٹھویں زوجہ رسول ﷺ)

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

حب رسول ﷺ اور توکل علی اللہ کی عملی تصویر

غزوہ بنو مصطلق اپنے انجام کو پہنچا۔ مجاہدین کو فتح نصیب ہوئی، شکست مشرکین کا مقدر بنی، وہ لاشیں چھوڑ کر اپنے سردار سمیت بھاگ کھڑے ہوئے، قیدی اور مال غنیمت تقسیم کیا جا رہا ہے، دور ایک کونے میں سب سے الگ تھلگ ایک نو جوان خوبصورت اور کم عمر خاتون بڑی اداس بیٹھی، اپنی قسمت کے فیصلے کی منتظر ہیں۔ یہ عرب کے رئیس اور بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی اضرار کی ہونہار بیٹی جویریہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ناز و نعم اور شان و شوکت میں پلی بڑی اس خاتون نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ ایک دن وہ جنگی قیدی بن کر لاوارثوں کی طرح غلامی کا طوق گلے میں ڈالے ایسی زندگی گزارنے پر مجبور ہونگی۔

جویریہ رضی اللہ عنہا، جنگی قیدی:۔

کچھ ہی دیر بعد بے بسی و بے کسی کی تصویر اس خاتون کو مشہور صحابی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نیک، شریف، نہایت متقی اور بلند کردار و اخلاق کے حامل انسان ہیں۔ اللہ نے ان کی آواز میں گرج اور خطابت میں جوش و ولولہ عطا فرمایا ہے۔ دلائل سے اپنی بات دوسروں سے منوانے کے فن کے ماہر ہیں۔ نبی مکرم ﷺ ان کی خوبیوں کی قدر کرتے ہیں۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا، کہ ان کے حصے میں آنے والی لونڈی شریف زادی ہے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا "تم اتنی

پریشان کیوں ہو؟" جویریہؓ، حضرت ثابتؓ کی نیک فطرت کا اندازہ کر چکی تھیں۔ جلدی سے بولیں "اے اللہ کے نیک بندے، کیا یہ ممکن ہے، کہ تم مجھ سے مکاتب کر لو، یعنی کچھ رقم لے کر مجھے آزاد کر دو؟" حضرت ثابتؓ نے جواب دیا کہ "اگر تم اس میں خوش ہو، تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں" جویریہؓ خوش ہو کر ان کا شکریہ ادا کرتی ہیں، اب انہیں فکر ہے، کہ یہ رقم کیسے حاصل کی جائے؟ انہوں نے سن رکھا تھا، کہ مسلمانوں کے سربراہ اور اللہ کے رسول ﷺ کبھی کسی سوالی کو اپنے گھر سے نامراد نہیں لوٹاتے۔ جویریہؓ ہمت کر کے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں۔ اس وقت وہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی تشریف فرما تھیں، آپؓ فرماتی ہیں کہ "جب جویریہؓ میرے سامنے آئی تو میں حیران رہ گئی وہ حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں جو کوئی بھی انہیں دیکھتا وہ دیکھتا رہ جاتا۔"

جویریہؓ، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں:۔

جویریہؓ حضور اکرم ﷺ سے عرض کرتی ہیں "اے اللہ کے سچے رسول ﷺ، میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بدقسمت بیٹی ہوں۔ اس جنگ میں میرے شوہر مارے گئے۔ والد شکست کھا گئے، اور میں بہت سے دیگر لوگوں کے ساتھ جنگی قیدی بن گئی اور اب ثابت بن قیس کی ملکیت میں ہوں۔ میرا مالک مکاتب پر راضی ہے، لیکن میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔" جویریہؓ ظاہری حسن و جمال کے علاوہ آداب مجلس اور فن گفتگو میں بھی قدرت رکھتی تھیں۔ انہوں نے مسلمانوں اور ان کے رسول ﷺ کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اب ان کے ساتھ قید میں چند دن گزارنے کے دوران انہوں نے ان مسلمانوں کو اخلاق حمیدہ کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر پایا۔ انہیں ان لوگوں کے کردار کی پاکیزگی اور عورت کے عزت و تکریم نے بیحد متاثر کیا تھا۔

حضرت جویریہؓ کا قبول اسلام:۔

حضور اکرم ﷺ جانتے تھے کہ یہ نجیب الطرفین اور نیک خاتون ہے۔ آپ ﷺ نے

جویریہؓ کے عاجزی وانکساری سے کیے ہوئے سوال کو غور سے سنا۔ آپ ﷺ کو اس بات کا بھی اندازہ تھا، کہ آج ان کے ساتھ مظلومی کی تصویر بنی، یہ عورت ایک بہت بڑے قبیلے کی آنکھوں کا نور ہے۔ یہ اگر مسلمان ہوگئی، تو مدینہ اور اس کے آس پاس غیر مسلم اور یہودی آبادیوں میں اس کے بڑے مفید اور دوررس نتائج برآمد ہونگے۔ جو کفر کی اس زمین پر اللہ کی وحدانیت کو بہت تیزی سے پھیلنے کا سبب بنیں گے۔ سرور کائنات ﷺ کی بصیرت افروز نگاہیں آئندہ کے مناظر کی تصویر کشی کر رہی تھیں، جس میں آپ ﷺ اس عورت کے پورے قبیلے کو مشرف بہ اسلام دیکھ رہے تھے۔ یہ ہی وہ لمحات تھے، کہ جب اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے دل میں ایک خیال ڈالا۔ آپ ﷺ نے فرمایا" کیا اس سے بہتر یہ نہیں کہ میں تمہاری رقم تمہارے مالک کو ادا کردوں، اور تم سے نکاح کرلوں؟" جنگی قیدی مصیبت کی ماری اس بدحال عورت نے کبھی خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا، کہ مدینہ کے حاکم، مسلمانوں کے سربراہ، اللہ کے نبی ﷺ اسے اپنی زوجہ بنانے کی پیشکش کریں گے۔ حیرت اور خوشی کے مارے ان کی آنکھیں پرنم ہوگئیں اور پھر اپنی دلی کیفیت کا اظہار انہوں نے یوں کیا" اے اللہ کے سچے رسول ﷺ اس سے بڑھ کر میری خوش قسمتی اور کیا ہوسکتی ہے۔" جویریہؓ پہلے ہی اسلام کی حقانیت کی قائل تھیں لہٰذا فوراً ہی مسلمان ہوگئیں۔

سرکار دوعالم ﷺ سے نکاح:۔

نبی محترم ﷺ نے ان کی رقم ادا کرکے ان سے نکاح کرلیا اور حضرت جویریہؓ ام المومنین کے بلند واعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگئیں۔ آپؓ کا حق مہر 400 درہم حضور اکرم ﷺ نے انہیں ادا فرمادیا۔ نکاح کے وقت آپؓ کی عمر 20 سال تھی۔ حضرت جویریہؓ کے اسلام قبول کرنے اور حضور ﷺ سے نکاح کی خوشی میں انصار مہاجرین صحابہ نے قبیلہ بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا۔

سلسلہ نسب:

مسلمان ہونے سے پہلے حضرت جویریہؓ کا نام" برہ" تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے

تبدیل فرما کر "جویریہؓ" رکھ دیا۔ حضرت جویریہؓ کا تعلق قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ بنو مصطلق سے تھا۔ آپؓ کے والد حارث عرب کے رئیس اور بنو مصطلق کے سردار تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب تاریخ کی کتابوں میں کچھ یوں تحریر ہے۔ جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عابد بن مالک بن جذیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ۔ آپؓ کا پہلا نکاح اپنے چچازاد بھائی مسافع بن صفوان سے ہوا جو اسی لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

غزوہ بنو مصطلق:۔

"غزوہ بنو مصطلق" جنگی نقطہ نظر سے کوئی بھاری بھرکم غزوہ نہیں تھی۔ لیکن اس کے دوران پیش آنے والے چند اہم واقعات کی وجہ سے تاریخ میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ واقعہ افک جس میں عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر بہتان لگایا اور اللہ نے وحی کے ذریعے ان کی حرمت اور پاکیزگی کی گواہی دی۔ اسی غزوہ سے واپسی کے سفر کے دوران پیش آیا کہ جب مسلمان فتح سے سرشار مال وغنیمت کے ساتھ واپس پلٹے تھے (اس کی تفصیل ہم سیدہ عائشہؓ کے مضمون میں پڑھ چکے ہیں)۔ غزوہ بنو مصطلق شعبان 5 ہجری کو ہوئی۔

اس جنگ کا اصل سبب یہ تھا، کہ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی، کہ بنو مصطلق کا سردار حارث مسلمانوں سے جنگ کے لئے ایک بڑے لشکر کو تیار کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے بریدہ بن حصیبؓ کو اصل صورتحال معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے وہاں جا کر حالات معلوم کئے اور واپس آ کر جنگ کی تیاری کی تصدیق کی۔ حضور ﷺ نے فوری طور پر اسلامی لشکر کی روانگی کے احکامات جاری فرما دیئے۔ شعبان 5 ہجری کو آپ ﷺ مدینہ سے 96 میل دور چشمہ "مریسیع" پر پہنچے۔ حارث کو مسلمانوں کی اس برق رفتاری کا اندازہ نہ تھا اس کی فوج کو جب مسلمانوں کے آنے کی خبر ملی تو بہت سے لوگ مجاہدین اسلام کی ہیبت کے خوف سے بھاگ گئے۔ حارث بچی کچی فوج کے ساتھ مقابلے پر آیا لیکن بہت جلد میدان جنگ میں اپنے فوجیوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا مسلمانوں کو اللہ نے فتح نصیب فرمائی۔ اس غزوہ میں بہت سی عورتیں، بچے، مویشی اور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

حارث بن ابی ضرار، حضورﷺ کی خدمت میں :۔

ام المومنین حضرت جویریہؓ کے والد حارث بن ابی ضرار عرب کے بڑے سرداروں میں سے ایک تھے۔ انہیں یہ گوارہ نہ تھا کہ ان کی بیٹی مسلمانوں کی غلامی میں رہے۔ لہٰذا وہ بہت سا مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر اپنی بیٹی کی رہائی کے لئے مدینہ آئے راستے میں انہوں نے قیمتی سامان سے لدھے ہوئے دو خوبصورت اونٹ عقیق کے مقام پر کسی گھاٹی میں چھپا دیئے۔

نبی مکرمﷺ نے اسلامی روایات کے مطابق مہمان، عرب سردار کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہوئے انہیں عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ جب گفتگو کا دور چلا تو حارث نے کہا کہ "اے محمدﷺ! میں آپؐ سے اپنی بیٹی کی رہائی کے بارے میں بات چیت کرنے آیا ہوں، میں چاہتا ہوں، کہ یہ سب مال و اسباب آپؐ لے لیں اور میری بیٹی کو رہا کر دیں۔" نبی محترمﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے عرض کیا کہ "اے مہمان! یہ بات تو ٹھیک ہے، لیکن پہلے یہ تو بتائیں، کہ آپ نے وادی عقیق میں دو اونٹ کیوں چھپائے ہیں"۔ حارث کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس بات کی اطلاع ان کو مل جائے گی۔ اس نے حیران و پریشان ہوتے ہوئے کہا" محمدﷺ آپ کو اس بات کا پتہ کیسے چلا" نبی برحقﷺ نے فرمایا" یہ بات میرے رب نے مجھے بتائی جس کے قبضے میں میری اور تمہاری جان ہے" حارث چوں کہ پہلے ہی سے اللہ کے رسولﷺ اور ان کے رب کے بارے میں کافی معلومات رکھتے تھے۔ مدینہ آنے سے پہلے اس نے مسلمان معاشرے اور اسلامی تعلیمات کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا تھا، وہ پڑھے لکھے، باشعور اور جہاں دیدہ شخص تھے۔

انہوں نے اپنی بیٹی کو بھی ادب و آداب اور علم کی دولت سے فیضیاب کیا تھا لہٰذا اس واقعہ کے بعد انہیں کامل یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کے سچے رسولﷺ ہیں چنانچہ انہوں نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہونے کے بعد نبی برحقﷺ نے فرمایا" حارث! اب آپ جس مقصد کے لئے آئے ہیں، اس پر بات کر لیتے ہیں، ہم آپ کی بیٹی کو بلا کر آپ سے ملوا دیتے ہیں اور جو آپ کی بیٹی فیصلہ کریگی وہ اللہ کے رسولﷺ کو قبول ہوگا"۔

والد سے تنہائی میں ملاقات:۔

ام المومنین حضرت جویریہؓ کو بلایا گیا اور نبی محترم ﷺ نے باپ بیٹی کو تنہائی میں ملاقات کا موقع فراہم کر دیا۔ حضرت جویریہؓ نے اپنے والد سے فرمایا کہ "ابا حضور! آپ کی فراہم کردہ تعلیم نے مجھے جھوٹ و سچ۔حق و باطل کا فرق سمجھنے کے قابل بنایا۔ جب تک میں باطل کے اندھیروں میں تھی، مجھے حق کی روشنی کا کوئی علم ہی نہ تھا، لیکن جب میں حادثاتی طور پر اس جنگ کے نتیجے میں باطل کے اندھیروں سے نکل کر حق کی پاکیزہ روشنیوں میں آئی، تو میرے شعور نے حق و باطل کے فرق کو پہچان لیا، اور مجھے شدت سے یہ احساس ہوا، کہ میں نے اللہ کی وحدانیت کے اقرار میں بہت دیر کر دی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کفر کے اندھیرے غاروں سے نکال کر صراط مستقیم پر ڈال دیا۔ میں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا ہے اور اللہ نے مجھے ایک بڑے انعام سے نوازا ہے میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے نکاح کر لیا ہے"

ام المومنین حضرت جویریہؓ جب اپنے والد سے یہ بات کر رہی تھیں اس وقت ان کے معصوم روحانی چہرے پر نور کی پاکیزہ کرنیں، قوس وقزح کے رنگ بکھیر رہی تھیں اور والد چہیتی بیٹی کے حوروں کی طرح مقدس چہرے کو دیکھ کر نہال ہو رہے تھے آنکھوں سے چھلکنے والے خوشی کے آنسوؤں کو روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے حارث گویا ہوئے۔ "بیٹی میں نے بھی اللہ کی وحدانیت اور کبریائی کا اعلان کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا ہے"۔ جویریہؓ کے لئے یہ خوشخبری بالکل اچانک تھی والد کو قبول اسلام پر مبارک باد دیتے ہوئے دونوں باپ بیٹی اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے اس رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔

قبیلے بنو مصطلق کا مسلمان ہونا:۔

حضرت جویریہؓ اور حضرت حارثؓ بن ابی ضرار کے قبول اسلام کے بعد پورا قبیلہ بنو مصطلق مسلمان ہو گیا۔ جن میں آپؓ کے دونوں بھائی عبد اللہ بن حارثؓ اور عمرو بن حارثؓ ان

کے علاوہ، آپؓ کی بہن عمرۃ بنت حارثؓ بھی شامل تھیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت جویریہؓ سے نکاح کے اس دور اندیش فیصلے نے ہجرت کے ابتدائی دنوں میں مسلمانوں کی اجتماعی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی قوت میں بے پناہ اضافہ کیا جو یہودیوں کے درمیان تبلیغ دین میں نہایت معاون ومددگار ثابت ہوا۔

توکل علیٰ اللہ:۔

حضرت جویریہؓ بھی اسلام لانے سے پہلے شاہانہ ماحول میں شہزادیوں کی طرح زندگی بسر کرتی تھیں۔ جب کاشانہ حرم نبویؐ میں رونق افروز ہوئیں تو انہیں بھی عام امہاتؓ کی طرح ایک چھوٹا سا حجرہ، کھجور کی شاخوں کی چھت، تو کچی مٹی کی اینٹوں کی دیواریں، وہی دروازے پر کمبل، کچھ ملا تو کھالیا ورنہ چند کھجوریں اور پانی کئی وقتوں کے لئے کافی۔ رب کعبہ چاہتے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں دنیا بھر کے خزانوں کو جمع فرما دیتے۔ لیکن حکمت و مصلحت کے تقاضوں کے پیش نظر یہاں تو مطلوب و مقصود رہتی دنیا تک کے لئے فقر و فاقہ، ایثار و وفا، حب رسول اور توکل علیٰ اللہ کی ایسی روحانی مثال قائم کرنا تھا کہ جہاں امت کی ماؤںؓ کی حیات طیبہ ہر دور میں ثابت قدمی اور عزم وہمت کا ایک روشن مینار نظر آئے اور جس کی پرنور کرنیں دنیا بھر کے اندھیروں میں اجالا کر دیں۔

فضائل ومناقب:۔

ام المومنین حضرت جویریہؓ اپنا زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتیں۔ ایک روز صبح فجر نماز کے بعد دعا میں مشغول تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے آپؓ کو دیکھا اور چلے گئے دوپہر کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو دیکھا کہ وہ اسی حالت میں بیٹھی ہیں جس حالت میں صبح چھوڑا تھا۔ انکی عبادت کے شغف کو دیکھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ خاص کلمات سکھائے اور فرمایا اگر تم یہ پڑھتی رہیں تو تم کو نفلی عبادت سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔

ام المومنین حضرت جویریہؓ نہایت محتمل مزاج اور بردبار خاتون تھیں۔ میانہ روی، قناعت، سخاوت، وسیع القلبی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خاص اوصاف تھے۔ فصیح و بلیغ مقررہ

تھیں۔ ویسے تو نبی اکرم ﷺ تمام ازواج سے محبت واحترام سے پیش آتے لیکن حضرت جویریہ کی عبادت اور تقویٰ کو بڑا پسند فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی بھی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں پایا۔ جن کے سبب بنو مصطلق کے سیکڑوں خاندانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔

وصال مبارک:۔

حضرت جویریہؓ سے 7 احادیث منقول ہیں۔ آپؓ نے تمام زندگی مدینہ میں ہی گزاری۔ آپؓ نے 50 ہجری میں 65 سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

اسلامی معاشرے میں ماں کی قدر واہمیت:۔

محسن انسانیت سرکار دو جہاں حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ام المومنین حضرت جویریہؓ بنت حارث نے اپنی باقی زندگی قوم کی ماؤں کی تعلیم وتربیت کے لئے وقف کردی امت کی یہ مائیں اسلامی معاشرے میں ماں کی قدر واہمیت سے بخوبی واقف تھیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جنت ماں کے قدموں تلے ہے"۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ "بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ اسے ایک باشعور ماں ملنی چاہیے" سرسید کہتے ہیں کہ "ایک ماں ہزار استادوں سے بہتر ہے"۔ ماں اسلامی قدروں کی امین ہے، ماں کائنات میں انسانیت کا سب سے قیمتی متاع حیات ہے، ماں سراپا محبت وسراپا پیار ہے، ماں کی عظمت کو فرشتے سلام کرتے ہیں۔ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہے ماں دودھ کے ہر قطرے کے ساتھ توحید کا نقش بچے کے دل میں بٹھا سکتی ہے، مسلمان معاشرے کی باشعور ماں وہی ہے جو احکامات الٰہی سے واقف بھی ہو اور اس پر عمل بھی کرتی ہو۔ اسلام نے بچے کی تربیت کی ذمہ داری ماں اور باپ دونوں پر ڈالی ہے۔

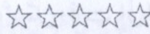
امہات المومنینؓ کی حیات طیبہ پر عمل:۔

آج کے اس پر آشوب دور میں شرعی تعلیمات کا احاطہ، پھر اس پر عمل کرنا یقیناً مشکل ہے،

لیکن اگر ہم امہات المومنینؓ کے اسوہ حسنہ کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں تو، کم وقت میں نہایت آسانی کے ساتھ زندگی کے ہر پہلو پر عمل کرنے کے کئی بہترین نمونے ہمارے سامنے ہونگے۔

ہمیں امہات المومنینؓ کے اسوہ میں وہ سب گوہر نایاب ملیں گے جو ایک مضبوط خاندانی بنیاد کی اساس ہیں اور جس پر عمل کر کے اپنی گھریلو زندگیوں کو نہایت خوشگوار بنا سکتے ہیں اور جس کا اثر یقینی طور پر اس خوبصورت ماحول میں پلنے والے بچوں پر بھی ہوگا اور پھر بچے وہی بنیں گے جو ماں بنانا چاہے گی۔

آیئے! امت کی ان ماؤںؓ کی حیات طیبہ میں سے چند زریں اصولوں کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں۔



(نویں زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیانؓ

جن کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے

دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ ام حبیبہؓ جا کر دیکھتی ہیں تو والد کھڑے ہیں۔ جو مکہ سے تشریف لائے ہیں۔ گھر میں اندر داخل ہو کر بستر پر بیٹھنا چاہتے ہیں کہ اچانک صاحبزادی بستر کو الٹ دیتی ہیں۔ والد حیران بھی ہوتے ہیں اور انہیں ناگوار بھی گزرتا ہے۔ برہم ہو کر بیٹی سے کہتے ہیں " تمہیں اس بستر پر باپ کا بیٹھنا بھی پسند نہیں" ام حبیبہؓ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دیتی ہیں " بے شک مجھے پسند نہیں ہے اس لئے کہ یہ دنیا کے سب سے پاکیزہ اور برگزیدہ شخص کا بستر ہے۔ جبکہ آپ ابھی تک کفر و شرک میں مبتلا ہیں" ابوسفیان نے گھور کر بیٹی کو دیکھا لیکن خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے اور بولے "تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی ہے" یہ ہے ایمان کا وہ اعلیٰ درجہ کہ جس میں ایک مسلمان بیٹی نے اپنے مشرک باپ کو اللہ کے نبیؐ کے بستر پر بیٹھنا گوارا نہ کیا اور یہ ہیں والد عرب کے بڑے رئیس، مکہ کے سردار، مشرکین کی فوج کے سپہ سالار، مسلمانوں کے جانی دشمن، اللہ کے نبیؐ کے خون کے پیاسے، رعب و تکبر، ظلم و ستم کے دلدادہ، ابوسفیان۔

نام ونسب:۔

حضرت ام حبیبہؓ کا نام " رملہ " اور کنیت " ام حبیبہ " تھی۔ والد ابوسفیان صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس۔ والدہ صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان غنیؓ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت ام حبیبہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی حقیقی بہن اور حضرت عثمانؓ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، آپؓ بعثت نبوت

سے 17 سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں (اصابہ)۔

پہلا نکاح:۔

حضرت ام حبیبہؓ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا، جو نبی اکرم ﷺ کا پھوپھی زاد، ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ اور شہید احد عبداللہ بن جحشؓ کا حقیقی بھائی تھا۔ عبیداللہ سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ تھا۔ اسی کے نام پر آپؓ کی کنیت "ام حبیبہ" ہے (طبقات ابن سعد)۔

قبول اسلام:۔

اسلام کا سورج پورے آب و تاب کے ساتھ طلوع ہو رہا ہے۔ مکہ میں قوس و قزح کی کرنیں بکھیرتی ایک نئی صبح بہاراں نمودار ہو چکی ہے۔ تین سال تک خفیہ دعوت دین کے بعد اہل ایمان کی ایک جماعت تیار ہو چکی ہے۔ رب کائنات نے وحی الٰہی کے ذریعے نبی مکرم ﷺ کو ہدایت دیدی کہ اب قوم کو کھلم کھلا دین کی دعوت دیں۔ ان باطل قوتوں سے ٹکرائیں اور ان کے پتھروں کے خداؤں کی حقیقت واشگاف کریں۔ سورہ الشعراء میں اللہ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ ترجمہ: "اب آپ اپنے نزدیک ترین قرابت داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیے" (214:26) اور یہ ہی وہ وقت تھا کہ جب مکہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی نے اپنے شوہر کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ اس وقت ایک چھوٹی سی جماعت ہی مشرف بہ اسلام ہوئی تھی۔ ان سر فروشان اسلام نے شرک کے خرافات و اباطیل کا پردہ چاک کرنا شروع کیا۔ بتوں کی حقیقت و وقعت کو بے نقاب کیا۔ تو کفار مکہ کا احساس غضب پھٹ پڑا۔ تکذیب ایذا رسانی۔ جور و ستم۔ ظلم و تشدد کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ناروا تہمتیں، بیہودہ گالیاں، تشدد و مار پیٹ، اوباشوں، سرداروں اور ان کے حواریوں کی گھناؤنی پر تشدد کاروائیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں۔ ظلم و ستم کے بادل چھٹنے کا نام نہ لیتے۔ مسلمانوں کو جور و ستم کا تختہ مشق بنانے کے نئے نئے طریقے آزمائے جا رہے تھے، مشرکین کے غیض و غضب کی آگ کے شعلے دن بدن بڑھتے جا رہے تھے۔ ظلم و طغیانی کے سیاہ بادلوں کی اس گھمبیر فضا میں اللہ ذوالجلال نے سر فروشوں کی حفاظت کے لئے ہجرت کی ہدایت فرمائی۔ حضرت جبرئیل سورہ الزمر کی آیت لے کر حاضر ہوئے جس میں اللہ نے فرمایا "جن لوگوں نے

اس دنیا میں اچھائی کی ان کے لئے اچھائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔" (10:39)

حبشہ ہجرت:۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سورہ کہف میں بھی نبی محترم ﷺ کو ہجرت کا اشارہ دے چکا تھا۔ اب واضح ہدایت کے بعد رجب 5 نبوی کو حضرت عثمان بن عفانؓ کی امارت میں 16 افراد نے حبشہ ہجرت کی۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے حسن سلوک کے باعث کچھ دن بعد مزید 83 مرد اور 18 خواتین حبشہ ہجرت کر گئے۔ ان میں حضرت ام حبیبہؓ بھی اپنے شوہر عبید اللہ کے ساتھ شامل تھیں۔

حضرت ام حبیبہؓ کا خواب:۔

ایک شب حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے شوہر عبید اللہ کو خواب میں انتہائی مکروہ اور بد ہیبت شکل میں دیکھا۔ آنکھ کھلی تو اپنے رب سے توبہ استغفار میں مصروف ہوگئیں۔ اس خواب نے انہیں پریشان کر دیا تھا۔ انکا دل کہتا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑ بڑ ضرور ہے۔ ادھر دوسری طرف ان کا شوہر عبید اللہ جو کہ مکہ میں مشرکین کے سامنے استقامت کے ساتھ ڈٹا ہوا تھا۔ حبشہ کے آزادانہ ماحول میں غلط راہوں پر چل نکلا۔ بدقماش عیسائی نوجوانوں کی دوستی نے اسے دین اسلام سے دور کر کے عیاشی کی راہ پر گامزن کر دیا۔

شوہر عبید اللہ کا مرتد ہونا:۔

ایک دن اپنی بیوی سے کہنے لگا "ام حبیبہؓ میں مذہب کے معاملے پر بہت دن سے غور کر رہا تھا، اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عیسائیت سے بہتر کوئی مذہب نہیں، لہٰذا میں اسلام ترک کر کے عیسائی مذہب اختیار کرنا چاہتا ہوں! تم بھی میرا ساتھ دو۔" شوہر کی بات سن کر ام حبیبہؓ کے ہوش و حواس اڑ گئے، وہ خواب کی وجہ سے ویسے ہی پریشان تھیں، پھر کچھ دن سے شوہر کی بدلتی ہوئی عادتوں کی وجہ کو بھی محسوس کر رہی تھیں ....."بولیں! میں نے اسلام کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا ہے۔ جس دین کی خاطر میں نے اپنے والدین سے قطع تعلق کیا، اپنے ملک کو چھوڑا، جس

دین کی خاطر میں نے دیار غیر سے ہجرت کی ، اس دین کو ایک بد قماش شوہر کی فرمائش پر کیسے چھوڑ سکتی ہوں ؟ میں تم کو بھی نصیحت کرتی ہوں کہ اللہ سے توبہ کرو، اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو، کہ یہ ہی راہ نجات ہے " ..... لیکن عبید تو اللہ کی راہ سے بھٹک چکا تھا۔ اللہ نے اس کے لئے ہدایت کے راستے بند کر دیئے تھے ..... وہ مرتد ہو کر ذلت کی گہری کھائیوں میں گرتا چلا گیا..... عیاشی اور مئے نوشی نے اس کی دین اور دنیا دونوں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے اسے راہ راست پر لانے کی بڑی کوشش کی لیکن اس کے دل پر تو مہر لگ چکی تھی ..... بالآخر اپنے دین کے لئے کفر کے پہاڑوں کی چٹانوں سے ٹکرانے والی اسلام کی اس قابل فخر، عزت مآب بیٹی نے اپنے بدنصیب شوہر سے علیحدگی اختیار کر لی۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ مرتد عبید اللہ اپنے کاندھوں پر گناہوں کا گھٹڑ الادھے اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ عبید اللہ بن جحش پہلا شخص تھا کہ جو مسلمان سے عیسائی ہو کر مرتد بنا۔

اللہ تعالیٰ پر یقین کامل :۔

حضرت ام حبیبہؓ اپنے وطن سے دور دیار غیر میں اپنی معصوم بیٹی کے ساتھ تنہا موجود ہیں۔ پریشانیوں کا کوہ گراں، مصائیب کا ہجوم اور ابتلاء وآزمائش کی بے رحم گھڑیاں ان کے ساتھ ہیں۔ بظاہر حالات انتہائی حوصلہ شکن ہیں..... لیکن اپنی قوت ایمانی کی بدولت اپنے اللہ سے ہر وقت ثابت قدم رہنے کی دعائیں کرتیں ہیں انہیں یقین کامل ہے کہ "ہر وقت شہ رگ سے قریب رہنے والا اللہ " اپنے مقررہ وقت پر ان کے لئے کوئی بہتر فیصلہ فرمائیگا۔ انہیں وحی کے وہ الفاظ یاد ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ! اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے۔ ترجمہ: "اللہ کا وعدہ ہے، کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ ضرور دکھاتے ہیں" (العنکبوت:69)

حضور ﷺ کا نکاح کا پیغام :۔

ایک دن حضرت ام حبیبہؓ اپنے ماضی میں گم ، صبر وشکر کی تصویر بنی بیٹھی تھیں ..... کہ اچانک گھر کے دروازے پر دستک ہوتی ہے ..... دیکھا کہ ایک عورت اندر داخل ہو رہی ہے، وہ

اپنا تعارف کرتے ہوئے بتاتی ہے کہ میں حبشہ کے بادشاہ "نجاشی" کی باندی ہوں ..... آپؓ اسے دیکھ کر حیران رہ جاتی ہیں ابھی آپؓ کچھ کہنے بھی نہ پائی تھیں کہ باندی کی آواز سماعتوں سے ٹکراتی ہے "اے اللہ کی نیک اور برگزیدہ بی بی! میں تمہیں مبارک باد دینے آئی ہوں کہ اللہ کے آخری نبی ﷺ اور مدینہ کے بادشاہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے آپؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے ..... مدینے سے انکا قاصد پیغام لے کر ابھی ابھی شاہ حبشہ نجاشی کے پاس پہنچا ہے اور بادشاہ نے مجھے یہ خوشخبری آپؓ کو سنانے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی بڑے حکمت والے ہوتے ہیں ..... وہ چاہے، تو بادشاہ کو گدا بنادے اور گدا کو بادشاہ ..... ام حبیبہؓ کو رب کعبہ نے اپنی راہ میں ثابت قدم رہنے کا اتنا بڑا انعام دیا کہ جس کا کبھی انکے خواب وخیال میں گمان بھی نہ تھا ..... انہیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا وہ سوچ ہی رہی تھیں کہ ..... اس کی ذات پر کامل یقین رکھنے کا اتنا بڑا صلہ؟ باندی نے جب ان کو عالم تجسس میں دیکھا تو بولیں۔ "بادشاہ چاہتے ہیں کہ آپؓ اپنے کسی وکیل کا نام بتادیں جو آپؓ کا نکاح کرا سکے۔"

حضرت ام حبیبہؓ عرب کے رئیس ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہؓ کی بہن تھیں فراخ دلی ورثہ میں ملی تھی۔ غریب الوطنی میں بھی مسرت وشادمانی کے ان لمحات میں اپنے ہاتھ میں پہنے چاندی کی کنگن اور انگوٹھیاں باندی کو بطور انعام دے دیں۔

اللہ کے رسول ﷺ حضرت ام حبیبہؓ اور عبید اللہ کے واقعات سے لاعلم نہیں تھے۔ آپ ﷺ اپنے ہر ساتھی کے بارے میں مکمل آگاہی رکھتے تھے بعض اوقات اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل امینؑ کے ذریعے آپ ﷺ کو بہت سے واقعات سے مطلع فرمادیتا تھا۔ آپ ﷺ کو جب ام حبیبہؓ کے حالات کا علم ہوا تو غمگین ہوگئے۔

ام حبیبہؓ کی جواں ہمتی، بہادری، استقلال، عزم مصمم اور ثابت قدمی سے حضورؐ بہت متاثر تھے۔ مکہ میں رہیں تو پورے خاندان اور قبیلے کے سامنے سب سے پہلے اللہ کی کبریائی اور وحدانیت کا اعلان کرکے والدین بہن بھائیوں سمیت ہر شخص کو اپنا دشمن بنالیا لیکن پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔ حضرت ام حبیبہؓ کی اسلام کی راہ میں بیش و بہا قربانیوں کے سبب نبی محترم ﷺ نے انہیں نجاشی کے ذریعے نکاح کا پیغام بھیجا۔

حبشہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی عادل حکمران تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے ماموں زاد بھائی حضرت خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ شام کے وقت نجاشی نے اپنے محل میں اس جگہ موجود تمام افراد کو مدعو کیا۔ جن میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی تھے اور نکاح کا خطبہ پڑھا۔ نکاح کے بعد نجاشی نے مہر کے 400 درہم حضرت خالد بن سعیدؓ کے حوالے کئے نکاح کے بعد جب مجمع منتشر ہونے لگا، تو نجاشی نے کہا، کہ ابھی بیٹھے رہو، اس لئے کہ انبیاء کی سنت ہے، کہ جب وہ شادی کرتے ہیں، تو شادی پر کھانا کھلایا جاتا ہے۔ لہٰذا تمام حاضرین مجلس کو کھانا کھلا کر رخصت کیا گیا۔ نکاح کے وقت حضرت ام حبیبہؓ کی عمر 35 برس تھی۔

حضرت ام حبیبہؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں:۔

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شرجیل بن حسنہؓ کو آپؓ کو لینے کے لئے حبشہ بھیجا۔ 6 ہجری کے اواخر میں آپؓ حضرت شرجیل بن حسنہ اور دیگر مہاجرین حبشہ خواتین کے ساتھ مدینہ تشریف لائیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے گئے تھے۔

حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے نجاشی کا سلام پہنچایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے وہاں کے حالات دریافت فرمائے۔ نجاشی کی عورتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عطر اور خوشبویات کے تحفے بھیجے تھے۔ جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ فتح مکہ کے وقت جب ابوسفیان مسلمان ہو گئے تو حضرت ام حبیبہؓ کو بہت خوشی ہوئی۔ والد صاحب کو نہایت عزت واحترام اور ادب کے ساتھ مبارک باد پیش کی۔

والد کی وفات پر تین دن تک سوگ:۔

حضرت ام حبیبہؓ بہت حسین وجمیل خاتون تھیں۔ صحیح مسلم کی روایت کہ حضرت ابوسفیانؓ

اپنی بیٹی کے حسن و جمال پر فخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "میرے ہاں عرب کی حسین و جمیل بیٹی موجود ہے"۔ حضرت ام حبیبہؓ زندگی بھر سنت نبوی ﷺ پر سختی سے عمل پیرا رہیں۔ آپؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ انتقال فرما گئے۔ ایک بیٹی کو اپنے والد کے بچھڑنے کا جو صدمہ ہوتا ہے آپؓ کو بھی ہوا اور اب تو والد مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ آپؓ نے تین دن تک سوگ منایا۔ چوتھے دن خوشبو منگوا کر اپنے لباس اور جسم پر لگائی اور حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث سنائی ..... اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ مومن عورت کے لئے تین دن سے زیادہ کا سوگ جائز نہیں سوائے خاوند کے۔ کہ اس کی موت پر بیوی کو چار مہینے اور دس دن تک سوگ کرنا چاہیے (صحیح بخاری)

جنت کی آرزو:۔

تاریخ میں منقول ہے کہ آپؓ کو جنت کی شدت سے آرزو تھی۔ جنت کا تذکرہ بڑی محبت سے سنتیں اور جنت کے خیالوں میں کھو جاتیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ "جو شخص روزانہ بارہ رکعت نفل پڑھے گا۔ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جائیگا" فرماتی ہیں "جب سے میں نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے میں ان کو ضرور پڑھتی ہوں" (مسند)۔

وصال مبارک:۔

جب حضرت ام حبیبہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو بلوایا اور ان سے کہا کہ شوہر کی بیویوں میں کبھی کوئی ناگوار بات بھی ہو جاتی ہے اس لئے مجھ کو معاف کر دو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، تو بولیں، تم نے مجھ کو خوش کیا خدا تم کو خوش رکھے۔ اسی طرح حضرت ام سلمہؓ نے بھی کہا، محدثین نے حدیث کی کتابوں میں 65 روایتیں منقول کی ہیں۔

44 ہجری میں اپنے بھائی سیدنا امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اس وقت آپؓ کی عمر مبارک 74 سال تھی۔ کچھ کتب میں 73 اور 72 سال بھی درج ہے۔ آپؓ کی تدفین کے بارے میں مورخین کی مختلف آرا ہیں۔

سیر الصحابیات کی روایت ہے، کہ آپؓ کی قبر امیر المومنین حضرت علیؓ کے مکان میں ہے۔

حضرت علی ابن حسینؓ سے روایت ہے کہ "ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کا ایک کونہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا جس میں تحریر تھا "یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے" چنانچہ اس کتبہ کو میں نے اسی جگہ رکھ دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپؓ کا وصال ملک شام میں ہوا اور آپؓ کی قبر مدینہ منورہ جنت البقیع میں ہے (تاریخ الخلفاء)۔

فضائل ومناقب:۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی پوری زندگی اللہ کی راہ میں جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپؓ جرات واستقلال، صبر واستقامت، ایثار وقربانی، عفت وحیا کا بہترین نمونہ تھیں۔ بڑی متبع شریعت تھیں۔ خداترسی، دینداری، سخاوت وفیاضی، پاکیزگی اور تقویٰ میں بہت آگے تھیں۔ عرب کے مشہور رئیسوں اور سرداروں کی چشم و چراغ شاہانہ زندگی گزارنے والی اس نازک اندام حسین وجمیل بچی نے صرف 18 سال کی عمر میں اپنے لئے کانٹوں بھری سیج کا انتخاب کر کے امت مسلمہ کی تمام خواتین کو یہ پیغام دیدیا۔ کہ توکل علی اللہ اور راہ مصطفیٰ پر چلنے ہی میں دین اور دنیا کی بھلائی ہے۔

عورت کی عظمت:۔

عورت کو مختلف تہذیبوں میں مختلف انداز اور مختلف نگاہ سے دیکھا اور پرکھا گیا۔ مشرق میں عورت کو مرد کے دامن کا داغ سمجھا جاتا ہے تو روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے۔ یونان اسے شیطان کہتا ہے۔ تورات اس کو لعنت ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے۔ کلیسا اسے باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے۔ تو یورپ اس کو تذلیل کا نشان سمجھ کر نائٹ کلبوں کی ملکہ قرار دیتا ہے۔ لیکن اسلام واحد مذہب ہے، کہ جس نے عورت کو ماں کا درجہ دیا، تو اس کے قدموں تلے جنت رکھ دی۔ جنت کا رکھوالا بنا دیا۔ بیٹی کا درجہ دیا، تو عزت وحرمت کے انمول نگینے قرار دیا۔ بیوی کا درجہ دیا، تو اسے گھر کی مالکن بنا دیا۔ بہو کا درجہ دیا، تو اسے مرد کی عزت کا محافظ بنا دیا..... لیکن جب امت مسلمہ نے اپنے پیمانے بدلے..... نقال اغیار میں عورت کی عظمت کو پامال کیا..... تو پھر ذلت ورسوائی مقدر بن گئی..... پوری امت تباہی وبربادی کے اندھیری غاروں میں جا گری جہاں دہشت گردی

کی عفریت کے زہریلے پنجوں نے قوم کولہولہان کردیا۔وہ بچے جوقوم کے سپوت تھے.....دشمنوں کے ہاتھوں کھلونا بن گئے..... کبھی سوچا کیوں؟..... کبھی غور کیا ایسا کیوں ہوا؟.....ماں نے عظیم سپوتوں کو جنم دینا چھوڑ دیا..... کیوں؟..... قدریں بدل گئیں گھر کے مکینوں کے درمیان خلیجیں بڑھ گئیں۔فضا مکدر ہوئی.....پیار ومحبت کا معیار بدلا..... گھر بڑوں کے لئے سرائے چھوٹوں کے لئے ہوسٹل بن گیا.....پھر جس گھر سے محبتیں ختم ہوجائیں وہ ویرانہ بن جاتا ہے..... اس کے اجنبی مکین جو کبھی اپنے تھے غیر بن جاتے ہیں۔رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

آیئے دوبارہ سے اپنے گھروں کو خوشیوں کا گہوارا بنائیں۔نقل اغیار تو بہت کرلی اب امت کی ماؤں کی نقل کریں ان کی حیات قدسیہ کا مطالعہ کریں۔یہ محبتوں کے پھول ہی اس امت کی تقدیر بدلنے کا باعث بنیں گے۔انشاءاللہ۔



(دسویں زوجہ رسول ﷺ)

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

خانوادہ ہارون علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام کی بیٹی کاشانہ حرم نبوی ﷺ میں

خیبر فتح ہو چکا ہے ..... خیبر کے رئیس اعظم، قبیلہ بنو نضیر کے سردار اور یہودیوں کے مذہبی عالم "حیی بن اخطب" کی خوبرو صاحبزادی" صفیہ " بھی قیدی عورتوں میں شامل تھیں ..... اللہ کے رسول ﷺ خیبر کے قریب وادی "صہبا" میں اپنے خیمے میں تشریف فرما ہیں۔ صحابی رسول ﷺ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ شرف بازیابی کے طلب گار ہیں ..... اجازت ملتی ہے ..... اندر تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔" اے اللہ کے نبی ﷺ مجھے قیدی عورتوں میں سے ایک کنیز عنایت فرما دیجئے" آپ ﷺ فرماتے ہیں" ہاں لے جاؤ" ..... اجازت ملنے پر دو جاتے ہیں اور حضرت صفیہ بنت حیی کو منتخب کر لیتے ہیں ..... ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ چند صحابہ تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں ....."یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے بنی نضیر اور بنی قریظہ کی نور نظر اور لخت جگر صفیہ کو دحیہ کے حوالے کر دیا، حالانکہ وہ صرف آپ ﷺ کے شایان شان ہے۔

حضور ﷺ کے دربار میں:۔

نبی محترم ﷺ ان دونوں قبائل کے یہودیوں اور گردوپیش کے قبائل میں اثر ورسوخ سے بخوبی واقف ہیں۔ پھر نبی ﷺ کے فیصلوں میں اللہ کی رضا شامل ہوتی ہے اور وہ حکمت سے

خالی نہیں ہوتے ..... آپ ﷺ فرماتے ہیں" وحیہ بن کلبی اور صفیہ کو بلا کر لاؤ "..... دونوں حاضر خدمت ہوتے ہیں ..... آپ ﷺ انہیں دیکھ کر فرماتے ہیں ....."وحیہ تم کوئی اور کنیز لے لو" ..... حضرت صفیہؓ سے کہتے ہیں" ہم نے تمہیں آزاد کیا، اگر تم مسلمان ہو جاتی ہو تو ہم تم سے نکاح کرنے کو تیار ہیں..... ورنہ تم اپنے قبیلے میں واپس جاسکتی ہو" ..... حضرت صفیہؓ اس اچانک فیصلے پر انتہائی حیرت زدہ ہوگئیں ..... قفس میں قید ایک پرندے کے پنجرے کا دروازہ کھلا تھا ..... مالک بخوشی آزادی کی اجازت دے رہا تھا ..... خوشی کے آنسو حضرت صفیہؓ کی آنکھوں سے چھلک کر گالوں کو تر کر گئے۔

نبی کریم ﷺ سے نکاح:۔

یوں تو حضرت صفیہؓ کی عمر صرف 17 سال تھی، لیکن عقل وشعور، فہم وفراست، دانش وحکمت اور بروقت فیصلہ کرنے کی صلاحیت خاندانی ورثے میں ملی تھی۔ مستقبل کے حالات ومعاملات کا ادراک رکھتی تھیں۔ فرمایا! "اے اللہ کے رسول ﷺ یہ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ مسلمانوں کے سربراہ، اللہ کے نبیؐ اور مدینے کے حاکم مجھے اپنی کنیز کا درجہ عنایت فرمائیں، میں اس قابل تو نہیں ہوں لیکن میں حاضر ہوں "..... نبی مکرم ﷺ انہیں مسلمان کر کے نکاح کرتے ہیں اور حضرت صفیہؓ ام المومنین کے بلند واعلیٰ مرتبے پر فائز ہو جاتی ہیں ... صحابہؓ نے دریافت کیا "یارسول اللہ ﷺ حق مہر کتنا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا" ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر ہے"۔

دعوت ولیمہ:۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ولیمے میں گوشت اور روٹی کے بجائے کھجور، گھی، پنیر اور ستو تھا۔ جو صحابہؓ ساتھ لے کر آئے تھے۔ خیبر سے مدینے کے درمیان راستے میں آپ ﷺ نے تین دن حضرت صفیہؓ کے ساتھ قیام فرمایا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ان کے چہرے پر نشان دیکھا تو دریافت فرمایا" یہ کیا ہے؟" کہنے لگیں "یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے خیبر آنے سے پہلے میں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند اپنی جگہ سے ٹوٹ کر میری آغوش میں آگرا ہے، بخدا! مجھے آپ ﷺ کے آنے کا کوئی تصور بھی نہ تھا، لیکن میں نے یہ خواب اپنے شوہر سے

بیان کیا، تو اس نے میرے چہرے پر تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا، یہ بادشاہ جو مدینہ میں ہے تم اس کی آرزو کر رہی ہو۔" (رحیق المختوم ص 511)۔

یہودی قبائل میں حضور ﷺ کی عزت واحترام:۔

ام المومنین حضرت صفیہؓ سے نکاح کے نتیجے میں مسلمانوں کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی حالات و معاملات میں بہت اہم پیش رفت ہوئی۔ یہودی سرداروں اور مذہبی رہنماؤں کے خاندان کی ایک بیٹی اللہ کے نبی ﷺ مسلمانوں کے سربراہ اور مدینہ کے بادشاہ کے نکاح میں تھی۔ اس نسبت سے یہود قبائل نبی اکرم ﷺ کو وہی عزت واحترام دینے لگے جو ایک داماد کو دی جاتی ہے، اس طرح ان کی دشمنی اور مخالفت کا وہ زور جو نکاح سے پہلے تھا، کسی حد تک کم ہو گیا۔ لہٰذا اس کے بعد یہودی قبائل کبھی مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں نہیں آئے۔ اور یہ ہی اللہ کے رسول ﷺ کی وہ حکمت عملی تھی۔ جس کے پیش نظر آپ ﷺ نے یہ نکاح فرمایا تھا۔ خیبر میں ملنے والے مال غنیمت کا صحیح اندازہ حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت سے ہوتا ہے آپؓ نے فرمایا کہ "ہم لوگ آسودہ نہیں ہوئے، یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔" حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا کہ اب ہمیں پیٹ بھر کر کھجور ملے گی۔" (صحیح بخاری)۔

نام ونسب:۔

حضرت صفیہؓ کا اصل نام "زینب" تھا۔ زرقانی کی روایت کے مطابق کیونکہ یہ جنگ خیبر میں قید ہو کر آئی تھیں اور نبی محترم ﷺ نے انہیں اپنے لئے منتخب کر لیا تھا۔ عرب میں مال غنیمت کے ایسے حصے کو جس کو امیر لشکر اپنے لئے منتخب کر لے اسے صفی یا صفیہ کہتے ہیں۔ اس لئے آپؓ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ آپؓ کے والد کا نام حیی بن اخطب تھا جو مشہور یہودی قبیلے بنو نضیر کا سردار اور مذہبی رہنما تھا۔ اس کا تعلق حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا کیونکہ یہ نبی کی اولاد میں سے تھا لہٰذا اس تعلق سے بھی یہودیوں میں بہت محترم تھا۔ والدہ کا نام ضرہ بنت سموال تھا جو کہ رئیس بنو قریظہ کی بیٹی تھیں۔ آپؓ نجیب الطرفین اور نامور و اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آس پاس کی تمام یہودی آبادیوں اور اسرائیل کے قبائل میں آپؓ کے والدین کو بلند مرتبہ حاصل تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نکاح:۔

حضرت صفیہؓ کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرضی سے ہوا لیکن جلد ہی طلاق ہو گئی، پھر دوسرا نکاح عرب کے بڑے رئیس اور مشہور تاجر ابی الحقیق کے بیٹے کنانہ سے ہوا۔ کنانہ خود بھی سردار تھا اور خیبر کے سب سے مضبوط قلعے قموص کا حاکم تھا۔ شادی کو چند دن ہی ہوئے تھے کہ خیبر پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ جس میں حضرت صفیہؓ کے خاندان کے تمام افراد مارے گئے۔ ان کا شوہر کنانہ بھی مسلمانوں سے بدعہدی کے جرم میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ حضرت صفیہؓ دوسری دیگر خواتین اور مال غنیمت سمیت قیدی بن گئیں۔

یہودی قبائل:۔

یہودی قبائل عرصہ دراز سے حجاز کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کئے ہوئے تھے۔ مدینہ کے شمال میں تقریباً ۱۰۰ میل کے فاصلے پر "خیبر" کا سرسبز و شاداب علاقہ ان کی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا، یہ ایک بڑا شہر تھا۔ جسے قدرت نے سرسبز حسین خوشبودار پھولوں اور قسم قسم کے لذیز پھلوں کے درختوں سے نوازا تھا۔ یہاں کی خوش نماء خوش رنگ وادیوں میں بہتے نیلے شفاف پانی کے چشمے اور حسین قدرتی نظارے اس خطے کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیتے تھے۔ اس علاقے میں یہودی سب سے پہلے اس وقت آئے جب انہیں فلسطین سے نکالا گیا تھا خیبر کے علاوہ ان کی مشہور آبادیاں فدک۔ وادی القریٰ اور تیما بھی تھیں۔ لیکن ان کی قوت کا سب سے بڑا مرکز خیبر ہی تھا۔ مدینہ منورہ سے نکال دیئے جانے کے بعد بنو نضیر بھی یہیں آباد ہو گئے تھے۔

یہودی دنیا کی ایک بدترین قوم ہیں جو اپنی کینہ پروری، گھناؤنی سازشی ذہنیت، بری عادات و خصلت، شرارتوں اور خباثتوں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ انہوں نے انبیاء کرام اور اہل حق کو نہ صرف تنگ کیا بلکہ قتل سے بھی گریز نہیں کیا۔ خیبر مسلمانوں کی خلاف سازشوں کا گڑھ بن چکا تھا۔

خیبر کی فتح:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تواتر کے ساتھ اس بات کی اطلاع مل رہی تھی کہ یہود قبائل کے یہ

دونوں سردار مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے واپسی پر آپ ﷺ نے مدینہ میں چند روز قیام فرمایا اور پھر محرم 7 ہجری کو خیبر روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے خیبر سے چند میل دور وادی صہبا میں قیام فرمایا۔ یہودی مسلمانوں کے بڑے لشکر کی اچانک آمد پر بدحواس ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے تمام قلعوں کو فتح کر لیا صرف ایک قلعہ رہ گیا۔ جس کا حاکم حضرت صفیہؓ کا شوہر کنانہ تھا۔ یہودیوں کو اس قلعہ پر بڑا ناز تھا۔ بیس دن تک محاصرہ جاری رہنے کے باوجود مسلمان اس قلعے کو فتح نہ کر سکے۔ آخر آپ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو علم تھمایا۔ حضرت علیؓ نے اللہ سے اپنی کامیابی کی خصوصی دعا فرمائی اور قلعہ پر حملہ کر دیا۔ کچھ مزاحمت کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔ اس جنگ میں حضرت صفیہؓ کے شوہر، والد، بھائیوں اور خاندان کے دیگر افراد سمیت 93 یہودی مارے گئے جبکہ تقریباً 15 مجاہد شہید ہوئے۔

ایک خوبصورت واقعہ:۔

حضرت صفیہؓ کے حوالے سے امام بیہقیؒ نے ایک خوبصورت ایمان افروز واقعہ روایت کیا ہے۔ آپؓ کے والد حییؔ بن اخطب اور چچا ابو یاسر یہودیوں کے بڑے سردار اور مذہبی رہنماؤں میں سے تھے۔ نبی محترم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو یہ دونوں بھائی اپنی مقدس کتاب "توریت" میں لکھی گئی پیشن گوئی کی تحقیق کی غرض سے مدینہ آئے حضور اکرم ﷺ سے طویل ملاقات کی۔ حضرت صفیہؓ کہتی ہیں کہ "جب یہ واپس آئے تو میں نے دیکھا کہ دونوں بڑے اداس، پریشان اور متفکر ہیں۔ مجھے تجسس ہوا اور میں نے کان لگا کر ان کی باتیں سنیں جو اس طرح تھیں..... چچا میرے والد سے کہتے ہیں..... کیا تم کو یقین ہے کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کے آنے کی خبر اور تفصیل ہماری مقدس کتاب میں موجود ہے؟..... والد کہتے ہیں..... ہاں ابو یاسر! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ وہی نبی ہیں..... کیا تم کو یقین ہے؟..... چچا کے لہجے میں خوف اور چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہیں..... ہاں مجھے یقین ہے..... والد نے شکست خوردہ لہجے میں کہا..... تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ چچا نے دریافت کیا..... بخدا جب تک میں زندہ ہوں اسی شخص کی مخالفت کروں گا اور اس کی بات نہ چلنے دوں گا۔"

حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ ان دونوں کی باتیں سن کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ توریت میں جس نبی ﷺ کے آنے کا ذکر ہے وہ نبی ﷺ آچکا ہے۔ اور اب اسلام کو دنیا میں پھیلنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ والد اور چچا کے رعب اور احترام میں میں خاموش رہی لیکن اسلام اور اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں میرا تجسس قائم رہا..... اور یہ ہی وہ لمحہ تھا کہ جب نیک فطرت صفیہؓ کے دل میں اسلام کی پہلی شمع روشن ہوئی۔

مدینہ میں خوشیاں:۔

مدینہ پہنچ کر حضرت صفیہؓ شروع کے چند ایام حضرت حارث بن نعمان انصاریؓ کے گھر مہمان رہیں۔ فتح خیبر اور حضرت صفیہؓ سے نکاح پر مدینہ کا ہر گھر خوشی و مسرت سے سرشار تھا۔ ازواج مطہراتؓ اور مدینہ کی خواتین حضرت صفیہؓ سے ملنے آتیں اور ان کے حسن و جمال کی تعریف کرتیں۔ اس موقع پر آپؓ نے حضرت فاطمہؓ کو سونے کی بالیاں تحفے میں دیں اور دیگر ازواج مطہراتؓ کو بھی تحفے تحائف دیئے۔

حضرت عائشہؓ جب حضرت صفیہؓ سے مل کر آئیں تو حضورؐ نے فرمایا "اے عائشہؓ! تم نے صفیہؓ کو کیسا پایا؟" حضرت عائشہؓ کو رشک ہوا، فرمایا "ایک یہودیہ کو دیکھا ہے" حضور ﷺ نے فرمایا" عائشہ! ایسا نہ کہو وہ مسلمان ہوگئی ہے اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے"۔

حضور ﷺ کی حضرت صفیہؓ سے محبت:۔

نبی محترم ﷺ کو نہ صرف حضرت صفیہؓ سے محبت تھی، بلکہ آپؐ کی دلجوئی بھی فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کو اس بات کا احساس تھا کہ ان کے گھر کے تمام افراد جنگ میں مارے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک سفر کے دوران ازواج مطہراتؓ ساتھ تھیں۔ اتفاق سے راستے میں حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ حضرت زینبؓ کے پاس زائد اونٹ موجود تھے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ "ایک اونٹ صفیہؓ کو دیدو" انہوں نے فرمایا..... "یارسول اللہ ﷺ کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دیدوں؟" اس بات پر حضور ﷺ ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہیں گئے (زرقانی) پھر حضرت عائشہؓ نے بمشکل انکا قصور معاف کرایا۔ حضرت زینبؓ بیان

کرتی ہیں کہ حضورﷺ کی ناراضگی نے مجھے مایوس کر دیا تھا اور میں نے عہد کر لیا تھا کہ آئندہ کبھی ایسی بات اپنی زبان پر نہ لاؤں گی۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے ان کو پستہ قد ہونے کا طعنہ دیا۔ حضورﷺ نے فرمایا "عائشہؓ! آج تم نے ایسی بات کہدی کہ اگر یہ سمندر میں ملا دی جائے تو سارا سمندر اس کے اثر سے کڑوا ہو جائے" (ابوداؤد)۔

ایک بار حضورﷺ حضرت صفیہؓ کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا کہ رو رہی ہیں، آپﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی، حضرت صفیہؓ نے فرمایا "عائشہؓ اور حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم حضورﷺ کی زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ چچازاد بہن بھی ہیں اس لئے ہم تمام ازواج مطہراتؓ سے افضل ہیں۔ آپﷺ نے فرمایا کہ "تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہارون علیہ السلام میرے باپ، موسیٰ کلیم اللہ میرے چچا، اور محمدﷺ میرے شوہر ہیں، اس لئے تم کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو؟" (ترمذی)

حضرت صفیہؓ نہایت حساس طبیعت کی مالک تھیں۔ نبی محترمﷺ کو اس بات کا احساس رہتا تھا۔ سفر کے دوران ایک بار آپؓ کا اونٹ بیٹھ گیا اور یہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ حضورﷺ وہاں سے گزرے تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں، آپﷺ نے اپنے دست مبارک سے اور اپنی چادر سے ان کے اشک پونچھے۔ آپﷺ آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ روتی جاتی تھیں۔ (زرقانی)

حضرت صفیہؓ نبی محترمﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں۔ چنانچہ جب آپﷺ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے فرمایا" کاش! آپؐ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی۔" ازواجؓ نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو حضورﷺ نے فرمایا" یہ سچ کہہ رہی ہیں" مطلب یہ تھا کہ ان میں کوئی بناوٹ نہیں ہے (زرقانی)۔

قرابت داروں سے صلح رحمی:۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں حضرت صفیہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ صفیہؓ ہفتہ کے دن کی عزت کرتی ہیں اور اپنے یہودی رشتہ داروں کی مدد کرتی ہیں۔ حضرت عمرؓ اس بات کی تحقیق کے لئے خود آپؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت صفیہؓ سے فرمایا "جب سے مجھے اللہ نے جمعہ عطا فرمایا ہے تو مجھے سبت (ہفتہ کے دن) کی قدر نہیں رہی۔ ہاں یہودیوں

میں میرے قرابت دار ہیں اور مجھے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے" حضرت عمرؓ ان کی اس صاف گوئی پر خوش ہوئے۔ اس کے بعد حضرت صفیہؓ نے اپنی لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ "تم کو امیر المومنین کے پاس میری شکایت کرنے کے لئے کس نے آمادہ کیا؟" اس نے کہا کہ "مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔" حضرت صفیہؓ نے فرمایا" اچھا جاؤ! میں نے تمہیں آزاد کیا" (الاصابہ)۔

وصال مبارک:۔

محدثین نے ام المومنین حضرت صفیہؓ سے مروی حدیثوں کی تعداد دس بتائی ہے۔ آپؓ کا گھر علم کا مرکز تھا۔ عورتیں کثرت سے آپؓ کے پاس مسائل پوچھنے آیا کرتی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کا انتقال رمضان 50 ہجری میں 60 سال کی عمر میں ہوا۔ آپؓ کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔ آپؓ کی نبی مکرم ﷺ کے ساتھ رفاقت تقریباً چار سال رہی۔ حضور ﷺ سے نکاح کے وقت آپؓ کی عمر 17 سال اور حضور ﷺ کی عمر مبارک 59 سال تھی۔

وفات کے وقت حضرت صفیہؓ کے ترکے میں ایک لاکھ کی رقم تھی جس میں سے تیسرا حصہ آپؓ نے اپنے یہودی بھانجے کو دینے کی وصیت کی۔ مذہبی اختلاف کے باعث لوگوں نے اس وصیت پر عمل کرنے میں پس و پیش کیا لیکن جب حضرت عائشہؓ نے سنا تو انہوں نے یہ پیغام بھیجا" لوگو! اللہ سے ڈرو اور ہر صورت میں صفیہؓ کی وصیت کو پورا کرو، چنانچہ ان کے ارشاد کے مطابق فوری طور پر وصیت پر عمل کیا گیا" (طبقات ابن سعد)

فضائل و مناقب:۔

حضرت صفیہؓ نہایت حسین و جمیل، شریف النفس، متحمل مزاج، باوقار، بردباد، ذہین، خاموش طبع، حساس، اعلیٰ ظرف اور فیاض خاتون تھیں۔ یوں تو سیرت نگاروں نے آپؓ کی حیات طیبہ کے بہت سے ایمان افروز واقعات تحریر کئے ہیں۔ لیکن ایک بہت اہم پہلو جو آپؓ کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے وہ آپؓ کی صلہ رحمی اور فیاضی ہے۔ آپؓ اپنے یہودی قرابت داروں کے ساتھ علی الاعلان مسلسل تعلق رکھتے ہوئے ان کے ساتھ صلہ رحمی فرماتیں اور مالی تعاون فرماتیں۔ اس طرح انہوں نے امت مسلمہ کو یہ واضح پیغام دیا کہ مستحق عزیز و اقارب، دوست احباب،

ہمسائے اور محرومی کے شکار افراد (خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں) ہماری خصوصی شفقت اور توجہ کے مستحق ہیں اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کا تعلق رکھنا نبی محترم ﷺ کی تعلیمات کا حصہ ہے۔

رشتہ داری رحمٰن کی ایک شاخ ہے:۔

حضرت صفیہؓ کے اسوہ حسنہ کا یہ پہلو آج کے اس پر آشوب اور افراتفری کے دور میں ہم سب کو آئینہ دکھانے کے لئے کافی ہے۔ آیئے ہم اس بات پر غور کریں کہ ہم اپنے غریب قرابت داروں، پڑوسیوں، دوست احباب کے ساتھ کتنا تعلق و تعاون کرتے ہیں؟ یا انہیں نظر انداز کر کے ان کے اندر شدید احساس کمتری پیدا کرنے کا باعث بن کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی نافرمانی کرتے ہیں۔

سورہ النحل کی آیت 90 میں اللہ رب الکریم ارشاد فرماتے ہیں "اللہ حکم دیتا ہے عدل کا اور احسان کا اور رشتے داروں کو دینے کا" اسی طرح سورۃ النسآء کی پہلی آیت میں فرماتے ہیں۔ "اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو"۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "رشتہ داری، رحمٰن کی ایک شاخ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "(اے رشتہ داری) جو تجھے جوڑے گا، میں اس سے جڑوں گا، اور جو تجھے کاٹے گا، میں اس سے کٹوں گا"۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کے یہاں بہترین دوست وہ لوگ ہیں جو اپنے دوستوں کے لئے بہترین ہیں اور اللہ کے یہاں بہترین ہمسائے وہ ہیں جو اپنے ہمساؤں کے لئے بہترین ہیں" (ترمذی)

امہات المومنینؓ کی حیات طیبہ میں زندگی کے ہر ہر پہلو کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے، کہ ہم اسے سمجھیں، اس پر عمل کریں، اور اپنے آپ کو بہترین انسان ثابت کریں۔ جب ہی ہم اللہ کو بھی خوش کر پائیں گے۔ اور دنیا میں بھی اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے (آمین)۔

☆☆☆☆☆

(گیارھویں زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

جو خشیت الٰہی اور صلہ رحمی کے جذبے سے مالا مال تھیں

وہ ایک حسین اور خوشگوار صبح تھی، کہ جب سورج کی سنہری کرنیں، مکہ کے بلند و بالا پہاڑوں سے نمودار ہوئیں، تو انہوں نے ایک نہایت حیران کن منظر دیکھا۔ مکہ کے باسی اپنے گھروں، چھتوں، بازاروں، پہاڑوں اور راستوں پر کھڑے ہیں انکے چہروں پر تجسس بھی ہے اور حیرانی بھی، تفکر بھی ہے اور کچھ کچھ پریشانی بھی ..... لیکن ان کے دل کے کسی انجانے گوشے میں مسرت کی ایک کلی بھی پھول بننے کی آرزومند ہے ..... یہ آج اس امین اور صادق کے منتظر ہیں، کہ جنہیں آج سے 7 برس قبل اسی مکہ کے مکینوں کے ظلم و ستم، وحشت و بربریت نے رات کی تاریکیوں میں بے بسی کے ساتھ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا..... لیکن آج وہی مظلوم شخصیت، تاجدار مدینہ کے باعزت روپ میں، شہنشاہوں کی طرح مکہ میں جلوہ افروز ہو رہے ہیں اور اس دور میں ان کے خون کے پیاسے آج بے بسی کی تصویر بنے ان کا خاموشی سے استقبال کرنے پر مجبور ہیں۔ سب کی نگاہیں مدینہ سے آنے والے راستے پر مرکوز ہیں ..... یہ اہل مکہ کبھی کبھی کعبہ کے شمال میں موجود جبل قعیقعان پر بھی خوف زدہ نگاہیں ڈال لیتے ہیں کہ جہاں ظلم و بربریت کے پروردہ، مکہ کے تمام رئیس و سردار، اپنے اوباش حواریوں کے ساتھ کفر و شرک کی غلاظتوں کے طوق گردنوں میں ڈالے، اپنے مکروہ گھناؤنے اور بدصورت چہروں پر تکبر، غرور، رعونت و نفرت، تحقیر و تمسخر کی سیاہی ملے، حرم میں رکھے پتھر کے اپاہج خداؤں سے کسی معجزے کے طلب گار

ہیں..... اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی، کینہ اور بغض آج بھی ان مشرکین کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا ہے..... وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا تفکر و گھبراہٹ بڑھتی جارہی ہے..... ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ اچانک "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعروں نے مکہ کے درودیوار ہلا دیئے اور جب تکبیر کی پرجلال صداؤں سے قعیقعان پہاڑ لرز اٹھا تو ان مشرکین کے دل بھی دہل گئے۔ خوف کی لہران کے چہروں پر آکر گزر گئی۔ عمرؓ و علیؓ کی چمکتی تلواریں انہیں اپنی گردنوں پر محسوس ہونے لگیں۔ اور پھر فلک نے دیکھا کہ آمنہ کے لال..... عبداللہ کے یتیم..... عبدالمطلب کے پوتے..... ابوطالب، حمزہ وعباسؓ کے بھتیجے..... فاطمہؓ کے بابا۔ حسنؓ وحسینؓ کے نانا..... یتیموں کے والی..... غریبوں کے مولیٰ..... اللہ کے محبوب..... امام الانبیاء..... سیدالمرسلین..... رحمت اللعالمین..... خاتم النبین..... سید عرب وعجم..... سرکار دوعالم..... فخر موجودات..... باعث تخلیق کائنات..... شافع محشر.....ساقی کوثر..... سید مصطفیٰ..... احمد مجتبیٰ ﷺ اپنی اونٹنی "قصویٰ" پر صحابہ کرامؓ کے جلو میں شان بے نیازی سے اپنے رب کی تسبیح پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے۔ پورے مکہ میں سکوت طاری ہوگیا۔ ہر شخص دم بخود تھا----
"لبیک اللھم لبیک" کے ایمان افروز تلبیہ نے فضا میں پاکیزہ رنگ ونور کی کرنیں بکھیر دیں..... حرم پر اڑنے والی ابابیلوں نے آگے بڑھ کر اپنی نغمگی چہچہاہٹوں کے ساتھ اللہ کے ان مہمانوں کا استقبال کیا..... آسمان پر بادلوں نے اللہ کے نبی ﷺ پر ابر کا سایہ کردیا..... سورج کی کرنوں نے اپنی تپش کو ختم کردیا..... آسمانوں پر فرشتے اور ملائیکہ اس روح پرور منظر کو دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ پر درود وسلام کے تحفے نچھاور کررہے تھے..... اہل قریش بھی آگے بڑھ کر مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لئے بے قرار تھے لیکن پہاڑ پر بیٹھے مشرکین سرداروں اور ان کے اوباش حواریوں کے خوف نے ان کے ارمانوں کو پورا نہ ہونے دیا..... نبی مکرم ﷺ حرم میں داخل ہوئے آپ ﷺ کو صحابہ نے گھیرے میں لیا ہوا ہے..... حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تلوار حمائل کئے ہوئے آپ ﷺ کے آگے آگے چل رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دو ہزار صحابہ کے علاوہ خواتین اور بچے بھی ہیں۔ جبکہ قربانی کے لئے 60 اونٹ بھی ساتھ ہیں۔ آپ ﷺ "عمرۃ القضاء" کی ادائیگی کے لئے تشریف لائے ہیں۔

حضور ﷺ سے نکاح:۔

آپ ﷺ نے ابھی عمرہ ادا کیا ہی تھا کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ حاضر خدمت ہوتے ہیں "یارسول اللہ ﷺ میری اہلیہ اور آپؐ کی چچی ام الفضل کی حقیقی بہن، میمونہ بیوہ ہو چکی ہیں، اور اب بے سہارا ہیں، اگر آپؐ ان سے نکاح فرمالیں، تو ان کی پریشانی دور ہو جائیگی" اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو پہلے ہی سے آگاہ کر دیا تھا۔ معاہدہ حدیبیہ کی رو سے آپ ﷺ کو مکہ میں صرف تین دن قیام کرنا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے چچا کی بات کو مقدم رکھتے ہوئے حالت احرام ہی میں شوال 7 ہجری کو حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمالیا۔ جس کا حق مہر 500 درہم تھا۔ نکاح کے بعد آپ اپنے گھر ہی میں مقیم رہیں۔

دعوت ولیمہ:۔

چوتھے دن صبح ہوئی تو مشرکین نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا" کہ اپنے صاحب سے کہو کہ مدت پوری ہو چکی ہے اب ہمارے یہاں سے روانہ ہو جائیں " لہٰذا رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکل آئے۔ آپ ﷺ نے مکہ سے 10 میل دور مدینہ کے راستے میں مقام "سرف" پر قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافعؓ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہؓ کو لے کر مقام سرف پہنچے، اس جگہ پر آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے لئے دعوت ولیمہ کے انتظام کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ آپ ﷺ کا آخری نکاح اور ام المومنین حضرت میمونہؓ آخری زوجہ محترمہ تھیں۔

پچھلے سال یعنی 6 ہجری میں جب صلح حدیبیہ ہوئی تھی، تو اس کی شق دو میں تحریر تھا، کہ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر لوٹ جائیں، تاہم آئندہ سال آئیں اور تین دن مکہ میں رہ کر طواف وزیارت کرلیں۔ شرط یہ ہے کہ وہ صرف تلواریں لے کر مکہ آئیں جو میانوں میں ہوں اور میانیں تھیلوں میں ہوں۔

نام ونسب:۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ کا تعلق قریش کے ایک معزز گھرانے سے تھا۔ آپؓ کا سلسلہ

نسب یہ ہے۔ میمونہ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن روبہ بن عبداللہ بن ہلال۔ آپؓ کی والدہ ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث ہیں۔ جو قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپؓ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا (زرقانی) لیکن کسی وجہ سے طلاق ہوگئی۔ دوسرا نکاح ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔ 7 ہجری میں انہوں نے وفات پائی اور عدت کے بعد 7 ہجری ہی میں تیسرا نکاح حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہوا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ کی والدہ ہند بنت عوف خوش قسمت خاتون تھیں جنہیں جلیل القدر داماد ملے۔ ایک داماد نبی اکرم ﷺ تھے جن سے حضرت میمونہؓ کا نکاح ہوا۔ دوسرے داماد حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ تھے جن سے ام الفضل کا نکاح ہوا۔ ہند بنت عوف حضرت میمونہؓ کے والد حارث سے پہلے عمیس کے نکاح میں تھیں۔ ان سے دو بیٹیاں ہوئیں۔ ان ہی سے ایک حضرت اسماء بنت عمیس کا نکاح حضرت جعفرؓ بن ابوطالب سے ہوا۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ کے نکاح میں آئیں۔ جن سے حضرت عون بن علیؓ پیدا ہوئے۔ دوسری بہن زینبؓ بنت عمیس کا نکاح حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب سے ہوا (تاریخ طبری)

حضرت میمونہؓ کے ابورہم سے تین بچے پیدا ہوئے۔ عطا، سلیمان، عبدالمالک جو فقہا میں مشہور تھے۔

فضائل و مناقب:۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ نہایت بلند مرتبہ، عالمہ، محدثہ، فقیہہ، فاضلہ، مفسر قرآن اور معلمہ تھیں۔ اجتہاد و فکر کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی تھیں۔ مسائل پر گہری نظر تھی اور شریعت مطہرہ کے مطابق عوام الناس کی رہنمائی فرماتی تھیں۔ ایک مرتبہ مدینہ کی ایک عورت بیمار پڑ گئی اس نے منت مانی کی اگر میں صحت مند ہوگئی تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھونگی۔ چند دن بعد اللہ نے اسے صحت یابی عطا فرمائی۔ منت پوری کرنے کے لئے اس نے بیت المقدس سفر کی تیاری شروع کر دی۔ رخصت ہونے سے پہلے حضرت میمونہؓ سے ملنے آئی تو آپؓ نے کہا کہ "اتنی دور کیوں جاتی

ہو؟ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے ہزار گناہ زیادہ ہے، اس لئے تم یہیں نماز پڑلو" (مسند)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، محدث اور مفسر تھے۔ لیکن ایک مرتبہ ایک غلط فہمی پر ان کی خالہ حضرت میمونہؓ نے انہیں ٹوکا اور ان کی تصیح فرمائی۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خالہ سے ملنے تشریف لائے تو بال اور لباس کچھ پراگندہ اور بے ترتیب لگے۔ جبکہ حضرت عبداللہؓ نہایت خوش لباس اور خوش ذوق تھے۔ آپؓ نے دریافت کیا "بیٹا! کیا بات ہے؟ یہ تم نے کیا حالت بنائی ہوئی ہے"۔ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ "خالہ میری بیوی ہی میرے سر میں تیل اور کنگی کرتی ہے، آج کل وہ مخصوص ایام میں ہے، اس لئے میں اس سے یہ خدمت سرانجام دینا مناسب نہیں سمجھتا"۔ آپؓ نے فرمایا "پیارے بیٹے! ان ایام میں بھی عورت کے ہاتھ تو ناپاک نہیں ہوتے، ہم تو ان ایام میں حضورﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ بلکہ آپﷺ ہماری گود میں سر رکھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے سو جایا کرتے تھے" (مسند)۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک کنیز "ندبہ" ابن عباسؓ کے گھر گئی تو دیکھا کہ میاں بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہوئے ہیں۔ اسے خیال ہوا کہ شائد کچھ رنجش ہوگئی ہے لیکن جب اس نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ (بیوی کے ایام کے زمانے میں) اپنا بستر ان سے الگ کر لیتے تھے۔ کنیز نے آکر حضرت میمونہؓ سے بیان کیا۔ تو وہ بولیں ان سے جا کر کہو کہ "رسول اللہﷺ کے طریقے سے اس قدر اعراض کیوں ہے؟ حضورﷺ ان دنوں میں بھی برابر ہم لوگوں کے بچھونوں پر آرام فرمایا کرتے تھے" (مسند)۔

ان دو اہم واقعات سے یہ بات واضح ہوئی کہ دین اور شرعی مسائل سمجھنے اور بیان کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ یا شرم نہیں محسوس کرنی چاہیے۔ علماء فرماتے ہیں کہ علم کے حصول ہی دو چیزیں زہر قاتل ہیں۔ ایک "کبر" کہ اس کی وجہ سے اہل علم سے سوال پوچھنے میں عار محسوس ہوتا ہے اور دوسرے "شرم" کہ سوال پوچھنے پر لوگ کیا کہیں گے کہ اسے یہ بھی نہیں معلوم، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ جرات اور توفیق عطا فرمائے کہ ہم دینی اور شرعی مسائل میں زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل کر کے اپنے روزمرہ کے معاملات کو اللہ کے رسولﷺ کی ہدایت کے مطابق چلائیں۔

فیاضی اورسخاوت:۔

حضرت میمونہؓ فیاضی میں اپنی مثال آپ تھیں۔غریبوں، حاجت مندوں کی مدد کے لئے ہر وقت کوشاں رہتیں، یہاں تک کہ اگران کے پاس کچھ نہ ہوتا اور ضرورت مند آجاتے تو انہیں خالی ہاتھ نہ لوٹاتیں بلکہ قرض لے کران کی حاجات پوری فرمایا کرتی تھیں۔ایک مرتبہ حاجت مند زیادہ آگئے جن کے لئے زیادہ قرض لینا پڑا کسی نے سوال کیا"اماں ! آپ یہ قرض کیسے ادا کریں گی؟" فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جو شخص ادا کرنے کی نیت سے قرض لیتا ہے اللہ اس کا قرض خود ادا کردیتا ہے" (مسند)

اسلامی احکامت پرسختی سے کاربند:۔

آپؓ اسلامی احکامات کی سختی سے پابندی کرتیں اور اس سلسلے میں کوئی کوتاہی یا نرمی کبھی برداشت نہیں کرتی تھیں۔ایک مرتبہ آپؓ کا کوئی عزیز اس حالت میں آگیا کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی۔یہ منظران کے لئے ناقابل برداشت تھا اور یہ اللہ کے حکم کی نافرمانی بھی تھی اور پھر اس ناپاک حالت میں رحمت ودجہاں ﷺ کے در دولت پر حاضری !انہیں سخت غصہ آگیا۔فرمایا۔فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔اور اگر یہ ہی وطیرہ رکھنا ہے۔تو آئندہ کبھی میرے گھر کا رخ نہ کرنا۔

خشیت الٰہی سے مالا مال:۔

تمام امہات المومنینؓ بہت بلند وبالا مرتبہ پر فائز تھیں۔خلوص و پیار، ایثار وقربانی، عفوو درگزر، محبت وشفقت کا خزینہ تھیں۔اس کے باوجود نسوانی جذبات کے تحت کبھی کبھی ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات میں کھنچاؤ بھی آجاتا تھا لیکن حضرت میمونہؓ کے اخلاق حمیدہ اتنے اعلیٰ وارفع تھے کہ آپؓ کے تعلقات سب ازواج مطہراتؓ کے ساتھ نہایت عمدہ اور محبت والے تھے۔ہر ایک سے مل کرخوش ہوتیں ان کے ساتھ محبت وشفقت سے باتیں کرتیں اور ان کے لئے کلمہ خیر کہتیں۔چنانچہ سیدہ عائشہؓ نے ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا"ہمارے درمیان میمونہؓ سب سے زیادہ خشیت الٰہی سے مالا مال اور صلہ رحمی کوملحوظ رکھنے والی تھیں۔"

وصال مبارک:۔

حضرت میمونہؓ سے مروی احادیث مبارکہ کی تعداد بعض کتب میں 76 اور بعض میں 46 تحریر ہیں۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ 7 ہجری میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکاح کے بعد آپؓ کا ولیمہ "مقام سرف" پر ہوا اور 51 ہجری میں 80 سال کی عمر میں اسی "مقام سرف" پر آپؓ کی وفات ہوئی اور اسی جگہ آپؓ کی تدفین ہوئی جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ "یہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، جنازے کو زیادہ حرکت نہ دو، باادب اور آہستہ آہستہ لے کر چلو (صحیح بخاری)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر ان کے بھانجے، بھتیجوں نے قبر میں اتارا اس موقع پر حضرت ابن عباسؓ نے اپنی خالہ کی ایمان افروز صفات بیان فرمائیں۔

امہات المومنینؓ کی سیرت مبارکہ کا پیغام:۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ عورت ہمیشہ سے مرد کے ظلم و بربریت کا شکار رہی ہے۔ جسمانی اعتبار سے مرد سے کمزور ہونے کی بناء پر اس کی شخصیت کو ہمیشہ پامال کیا جاتا رہا، کہیں اسے خادمہ و باندی بنا کر رکھ دیا گیا، تو کہیں عیش وعشرت کی غرض سے اس کی خرید وفروخت ہوتی رہی، ہر دور میں اس کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک ہوتا رہا۔ اس کی تذلیل کی جاتی رہی زمانہ عرب میں اسے منحوس سمجھ کر زندہ درگور کیا جاتا رہا۔ یورپ اور مغربی ممالک اسے ٹشو پیپر سمجھ کر استعمال کرتے رہے۔ لیکن جب عرب سے اسلام کا سورج طلوع ہوا، رحمت دو جہاں ﷺ سراپا نور بن کر جلوہ افروز ہوئے، تو آپ ﷺ نے عورت کو ذلت وپستی کے گڑھوں سے نکال کر عزت وتکریم کی بلندیوں تک پہنچایا۔ اللہ نے حقوق نسواں کے قوانین بنا کر مرد کو اس کا پابند بنایا۔

سورۃ النساء میں اللہ نے ارشاد فرمایا "عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ زندگی گزارو" نبی کریم ﷺ نے فرمایا "مردوں کو بیویوں کے حق میں سراپا محبت وشفقت ہونا چاہیے۔ اہل وعیال کے لئے نرم خور ہو، جائز امور میں ان کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کرو" اللہ نے تخلیق کے درجے میں عورت اور مرد کو برابر رکھا ہے۔ سورہ البقرہ میں فرمایا" عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان

کے " آپ ﷺ نے خواتین کو آئینے و آ بگینے قرار دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اور یہاں تک کہ مرض الموت میں بھی آپ ﷺ نے عورتوں کے حقوق کی تلقین کی۔

آج کے اس پر آشوب دور میں ایک بار پھر جاہلیت کے دور کی طرح عورت کی تذلیل اور بے حرمتی کے نت نئے طریقے ایجاد کئے جا رہے ہیں۔ نائٹ کلبز سے لے کر ریسٹورنٹس تک، مئے خانوں سے لے کر اشتہارات تک، ان کی عزت نفس، حرمت، پاکیزگی یہاں تک کہ ہر چیز داؤ پر لگا دی گئی ہے، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا اور اپنے گردو پیش کا جائزہ لیتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کریں کہ ہمیں عزت کی ایک سالہ زندگی درکار ہے یا ذلت کی سو سالہ" اگر ہمیں عزت کی زندگی عزیز ہے " تو ہمیں واپس پلٹنا ہوگا اپنے آباؤ اجداد کی زندگیوں کے اوراق کو کھنگالنا ہوگا۔

امہات المومنینؓ کی حیات طیبہ کو سامنے رکھتے ہوئے تبدیلی کی ابتداء اپنے گھر سے کی جائے۔ نبی مکرم ﷺ اور ان کی ازواج مطہراتؓ کی حیات قدسیہ کا بغور مطالعہ کر کے ان پر عمل پیرا ہوں تا کہ ان امہاتؓ کی روشن اسوہ حسنہ کی نورانی کرنیں ہمارے گھر کو معطرو منور کرنے کا باعث بنیں۔ امہات المومنینؓ کی سیرت کے بحر بیکراں میں مرد و خواتین دونوں کے لئے عملی زندگی کے بیش و بہا خزینے پوشیدہ ہیں۔ جن کی تقلید سے گھروں کو جنت کا نمونہ بنایا جا سکتا ہے۔



حوالہ جات

نام کتاب	مصنف
رحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
سیر الصحابیات	مولانا سید سلیمان ندوی
امت مسلمہ کی مائیں	مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری
رسول کرمؐ کی ازدواجی زندگی	پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
روشن قندیلیں	حافظ محمد ادریس
اُمت کی مائیں	علی اصغر چودھری
نبی کریمؐ کی ازواجِ مطہرات	محمد الیاس عادل
ازواجِ مطہرات	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
صحابیات	نیاز فتح پوری
سیر الصحابیات	مولانا سعید احمد انصاری
رسول اللہؐ کے رشتے دار	مولانا ثناء اللہ سعد
سیرت النبی ﷺ	علامہ شبلی نعمانی
تنبیہ الغافلین	مترجم مولانا عبدالمجید انور
محسنِ انسانیت	مولانا نعیم صدیقی
تاریخ اسلام	اکبر شاہ نجیب آبادی

- طبقات ابن سعد — محمد بن سعد
- رحمت اللعالمین — قاضی سلیمان منصور پوری
- تحفہ خواتین — مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی
- ارض نشانات نبویؐ — شاہ مصباح الدین شکیل
- سیرۃ الصحابیات — عبدالسلام ندوی
- صحیح بخاری اردو — ترجمہ ابو محمد حافظ عبدالستار حماد
- جامع ترمذی اردو — ترجمہ مولانا ناظم الدین
- صحیح مسلم شریف — ترجمہ مولانا محمد زکریا اقبال
- تاریخ الخلفاء — امام جلال الدین سیوطی
- تذکار صحابیات — طالب ہاشمی

محمود میاں نجمی کی آنے والی خوبصورت کتابیں

☆ رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیٹیاں

نبی کریم ﷺ کی پیاری صاحبزادیوں کی حیات طیبہ کے رُوح پرور واقعات پر مبنی نہایت منفرد اور حسین وجمیل کتاب۔

☆ خلفائے راشدینؓ

خلفائے راشدین کی حیات طیبہ کے نہایت دلنشین اور ایمان افروز واقعات پر مبنی ایک خوبصورت کتاب۔

☆ مکہ مکرمہ

اللہ کا سب سے مقدس ومتبرک شہر کہ جو باعثِ تخلیق ارض وسما بنا۔ وہ معلومات کہ جو ایمان کو تازہ کردیں۔

☆ مدینہ منورہ

نبی کریم ﷺ کے سب سے پیارے شہر کے بارے میں نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل کتاب۔ عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے خوبصورت تحفہ۔

☆ بیت اللہ شریف

بیت المعمور کے زیرِ سایہ اللہ کے پہلے گھر کے بارے میں تفصیلی اور رُوح پرور معلومات پر مبنی ایک خوبصورت اور حسین کتاب۔

محمود میاں نجمی صاحب کے اندر کا لکھاری بلکہ ایک ''پکّا مسلمان لکھاری'' نکالنا کچھ زیادہ مشکل کام نہ تھا۔ بس، اِک ایڑ، مہمیز دینے کی دیر تھی، لکھاری کے تنِ خوابیدہ میں جان ہی نہیں پڑی، آنکھ کھولتے ہی چلنے پھرنے بلکہ سرپٹ دوڑنے لگ ایک دو سفرِ حج سے متعلق تحریریں تو ان کے اپنے ایما پر شایع ہوئیں، مگر پھر تحریر کے لیے جو موضوع بھی تجویز کیا جاتا رہا، اُس عمدہ، منفرد، مستند و خُوب صُورت نگارش رقم کی کہ پڑھ کر پہلا خیال یہی آتا کہ آخر اب تک یہ ''گوہرِ مقصود، دُرِّ نایاب'' کہاں گ

سیّدِ عرب و عجم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ یعنی امت کی مقدّس ماؤں، اُمہات المومنینؓ کی ز خدمات اور سیرت و کردار، تاریخ اسلام کا ایک ناقابلِ فراموش باب ہے، لیکن افسوس ہی کی بات ہے کہ ان کی حیاتِ مقد بہت کم لکھا گیا۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کی حیاتِ طیبہ، حالات و واقعاتِ زیست سے متعلق تو پھر بھی درسی، نصابی کت یا علیٰحدہ کتابوں کی صورت، کچھ نہ کچھ مواد، معلومات مل جاتی ہیں، لیکن اُمّتِ مسلمہ، خاص طور پر نوجوان نسل، دیگر نو ازواج م کی حیاتِ والا صفات سے تو کیا، مکمل اسمائے گرامی تک سے واقف نہیں۔ عرصے سے خواہش تھی کہ کسی طور ''جنگ، س میگزین'' کے لاکھوں قارئین تک اِک سلسلے کی صُورت اپنی ان اصل ماؤں کی لازوال زندگی، سیرت و کردار کا احوال پہنچایا مگر کوئی مستند، معتبر ذریعہ میسّر نہ آتا تھا۔ محمود میاں نجمی صاحب سے تذکرہ کیا، تو انھوں نے اِک پل کے تردّد کے بغیر بلکہ خوشی اور جوش و خروش کے ساتھ اتنی بڑی ذمّے داری اٹھانے کی ہامی بھرلی۔ اور صرف ہامی ہی نہیں بھری، پھر وعدے کو بروقت دل جمعی اور خوش اسلوبی سے نبھایا کہ دل میں اُن کی عزت و احترام، قدر و منزلت دوچند ہوگئی۔

عالم، باعمل بھی ہو تو پھر ''قلم'' سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے۔ ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اُن کے قل سُچّے موتی جھڑتے رہے، اور ہم سمیت لاکھوں تشنگانِ علم سمیٹ سمیٹ کر اپنے دامنِ دل، رِدائے قلب و جاں پر ٹانکتے، سنوارتے رہے۔ بلاشبہ، نجمی صاحب نے الفاظ کی صُورت معطّر پھولوں کی ایسی مالا پروئی کہ جس نے گلے کا ہار کی، رو طمانیت و سرشاری کے احساس سے مالا مال ہوا۔ عمومی طور پر دینی و مذہبی موضوعات پر، جو تحریریں سپردِ قلم کی جاتی ہیں، وہ ت احترام کے غالب عُنصر کے ساتھ، بہت بھاری بھرکم الفاظ و تراکیب سے مرصّع ہوتی ہیں۔ جب کہ نجمی صاحب کی تحر خاصیت اُنھیں دوسروں سے منفرد و ممتاز کرتی ہے، وہ اُن کا بہت سادہ، سلیس، رواں، عام فہم اور دِل نشیں اندازِ نگارش ہے۔ اُن کی تحریر کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہے۔ کسی بوجھل پَن کے بغیر، اُس منظر، ماحول کا حصّہ بن جاتا ہے، جسے اُس کے سا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور شاید یہی اُن کی تحریروں کے اس قدر مقبولِ عام ہونے کی اصل وجہ بھی ہے۔ ایک طویل عرص ''سنڈے میگزین'' کی ادارت کا فریضہ نبھاتے، مگر یاد نہیں پڑتا کہ کبھی کسی دینی و مذہبی موضوع پر لکھی تحریر کو اس قدر قبولی حاصل ہوئی، جس قدر اس سلسلے کو حاصل ہوئی۔

جنگ، سنڈے میگزین کی لگ بھگ 13 اشاعتوں میں سلسلے وار شایع ہونے والی یہ نگارشات آج ایک مکمل اش (کتاب) کی صُورت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اِس ضمن میں محمود میاں نجمی صاحب کی کوششوں، کاوشوں پر تو کوئی شُبہ، ک نہیں، لیکن یہ امر ''جنگ گروپ'' کے لیے بھی باعثِ صد افتخار ہے کہ اس صدقۂ جاریہ میں اُس نے بھی اپنا کردار بہ حُسن و خ کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ کتاب جس جس نگاہ سے جس جس دل میں اُترے گی، کارِ ثواب ہوگی، پاکیزگیِ روح کا باعث بنے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

نرجس ملک

ایڈیٹر، جنگ سنڈے میگزی